فیضان خلافت

عناوین:

فیضانِ خلافت
روحانی فیضان
فیضان علمی
انتظامی فیضان

آیت:

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡامِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَلَیُبَدِّ لَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ○

(سورۃالنور:56)

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لیے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔''

(ترجمہ از قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث:

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِیْكُمْ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّةِ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ یَرْ فَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِیَّةً فَیَكُوْنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَكُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 273 ۔مشکوۃ باب الْاِنْذَارِ وَالتَّحْذِیْرِ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّةِ قائم ہو گی، پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھا لے گا، پھر ایذا رساں بادشاہت قائم ہو گی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ جب یہ دور ختم ہو گا تو اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہو گی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر وہ ظلم ستم کے اس دور کو ختم کر دے گا جس کے بعد پھر نبوت کے طریق پر خلافت قائم ہو گی ! یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

خلافت عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّة سے مراد وہ خلافت حقہ ہے جس کی بنیاد نبوت ہو، جو نبوت کی سر زمین پر قائم ہو، جو نبوت کے ذریعہ ہر قلب مومن پر تسلط قائم کرے۔

خلافت عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّة وہ خلافت ہے جس کی صداقت کو نبوت کے معیار صداقت پر پرکھا جا سکے، جسے نبوت کی کسوٹی پر جانچا جا سکے۔ اس سے وہ تصوراتی خلافت مراد نہیں جس کی بنیاد حاکمیت اور ملوکیت قسم کی کسی چیز پر ہو۔ دراصل خلافت عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّة ،خلافت کا وہ بہترین تصور ہے جسے نبوت نے ایمان اور عمل صالح کے پانی سے سیراب کیا ہو، جسے نبوت کے نور نے تابانی عطا کی ہو۔ یہی وہ خلافت ہے جس کی ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔اس خلافت کا قیام نبوت کی سرزمین کے علاوہ ممکن نہیں، اس کے قیام و انصرام کا عمل خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے، وہ خود اس کی حفاظت اور رہنمائی فرماتا ہے۔ اس کی حکمت بالغہ اس کو تمکنت عطا کرتی ہے۔ اس خلافت کی برکت سے اعمال صالحہ بجا لانے والے مومنوں کی جماعت کلی طور پر خدائے واحد و یگانہ پر بھروسہ اور توکل کرتی ہے اور کلی طور پر دنیاوی اور مصنوعی خداؤں کے تسلط سے پاک ہوتی ہے۔ اسی خلافت کے ذریعہ خدا تعالیٰ ایمان عملِ صالح، امن، دین کے استحکام، عبادت کے قیام اور شرک سے حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔ یہی وہ بنیادی اُمور ہیں جن کی وجہ سے مومنوں کی جماعت خداتعالیٰ کی تائید و نصرت کو جذب کرتی ہے۔

(''خلافت'' مصنفہ ہادی علی چودھری صفحہ 9)

خلافت ایک ایسا بیج ہے جس کی آبیاری نبوت کرتی ہے اور نبوت سے پانے والے فیضان کو خلافت آگے جاری کرتی ہے اور بابِ خلافت کی ہر آہٹ فیضان نبوت کی عکاسی ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ: **مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْھَا خِلَافَةٌ** ۔ (کنز العمال جلد11) کہ ہمیشہ نبوت کے بعد ہی خلافت کا قیام ہوا ہے۔اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا تاریخ مذاہب پر نظر تو دوڑائیں اور ڈھونڈیں تو آپ کو ایک نظیر بھی ایسی نہیں ملے گی بغیر نبوت کے خداتعالیٰ کی خلافت قائم ہوئی ہو۔

جس خلافت کا خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے وہ خلافت عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّةِ ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔یہ خلافت نبی کے ذریعہ ہر مومن کے دل میں اُتارتا ہے جن کو وقت کا نبی اپنی تعلیم،اپنی روحانیت، خداتعالیٰ کے نشانات، معجزات اور دیگر اَنوار کے پانی سے سیراب کرتا ہے تب مومنوں کے دل ایمان سے معمور اور ان کے جسم و جان اعمال صالحہ پر مامور ہو جاتے

ہیں۔ یہ وہ عمل ہے جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ اپنی خلافت دنیا میں قائم فرماتا ہے، جس کے ذریعہ ہر مومن خدا تعالیٰ کی خلافت کا امین ہوجاتا ہے۔ پھر جب نبی اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو ہر مومن اس خلافت کی حفاظت اس شخص کے سپرد کرتا ہے جسے خدا تعالیٰ نبی کا جانشین بناتا ہے۔ اس طرح اس خلیفہ کے ذریعہ اس خلافت کی سرپرستی اور حفاظت ہوتی ہے جو نبوت کے ذریعہ مومنوں کے دل میں قائم ہوئی ہوتی ہے، چنانچہ مومنوں کی اس جماعت میں ایک خلیفہ کے ذریعہ خلافت کا نظام جاری ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی تائید اور اسکے جملہ وعدے اس خلافت کے حق میں پورے ہوتے ہیں۔

(''خلافت''ہادی علی چودھری صفحہ 15)

خلافت سنت الٰہیہ ہے:

قیام خلافت دراصل نبوت کے فیضان کا پرتو ہے جو نبوت کے اختتام پر جلوہ گر ہو کر فیضان نبوت کو بڑھاتا اور پھیلاتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (مجادلہ: 22)اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے: اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خداتعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اَخیر تک صبر کرتا ہے خداتعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا: وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمۡ دِیۡنَهُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَهُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا (النور:56) یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدے کے مطابق منزل مقصود تک پہنچاویں فوت ہوگئے اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰ

کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا''

(رسالہ الوصیت صفحہ 7,6 روحانی خزائن جلد20 صفحہ 305,304)

اُلوہیت، نبوت اور خلافت کا باہمی تعلق:

خلافت نبوت کا ظل ہوتی ہے اور نبوت کے فیضان کو اپنے تئیں جذب کر کے تا قیامت برکات رسالت سے دنیا کو منور کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''خلیفہ درحقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اَشرف و اَولیٰ ہیں، ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اس غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔''

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد6 صفحہ 353)

اُلوہیت، نبوت اور خلافت باہم لازم و ملزوم ہیں۔ نبوت کا مرجع فیض اُلوہیت ہے اور خلافت کا مرجع فیض نبوت ہے۔ نبوت، اُلوہیت کے نور کو حاصل کر کے پھیلاتی ہے اور نبوت کے نور کو جو اصل میں اُلوہیت ہی کا نور ہوتا ہے، خلافت منعکس کرتی ہے۔ گویا خلافت ایک ایسے ری فلیکٹر (Reflector) کا کام سر انجام دیتی ہے جس کا مقصد نبوت کے فیضان کو آگے پھیلانا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ نور کی آیت نمبر 36 کی تفسیر کرتے ہوئے ''نورِ اُلوہیت'' کے ذکر میں فرماتے ہیں:

''نبوت میں یہ نور آ کر مکمل تو ہو جاتا ہے لیکن اس کا زمانہ پھر بھی محدود ہوتا ہے کیونکہ نبی بھی موت سے محفوظ نہیں ہوتے۔ پس اس روشنی کو دور تک پہنچانے کیلئے اور زیادہ دیر تک قائم رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ کوئی اور تدبیر کی جاتی سو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے ری فلیکٹر (Reflector) بنایا جس کا نام خلافت ہے۔ جس طرح طاقچہ تین طرف سے روشنی کو روک کر صرف اس جہت میں ڈالتا ہے جدھر اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح خلفا نبی کی قوت قدسیہ کو جو اس کی جماعت میں ظاہر ہو رہی ہوتی ہے ضائع ہونے سے بچا کر ایک خاص پروگرام کے ماتحت استعمال کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں جماعت کی طاقتیں پراگندہ نہیں ہوتیں اور تھوڑی سی طاقت سے بہت سے کام نکل آتے ہیں کیونکہ طاقت کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوتا۔ اگر خلافت نہ ہوتی تو بعض کاموں پر تو زیادہ طاقت خرچ ہو جاتی اور بعض کام توجہ کے بغیر رہ جاتے اور تفرقہ اور شقاق کی وجہ سے کسی نظام کے ماتحت جماعت کا روپیہ اور اس کا علم اور اس کا وقت خرچ نہ ہوتا۔ غرض خلافت کے ذریعہ سے الٰہی نور کو جو نبوت کے ذریعہ سے مکمل ہوتا ہے، ممتد اور لمبا کر دیا جاتا ہے......خلافت وہ ری فلیکٹر (Reflector) ہے جو نبوت اور الوہیت کے نور کو لمبا کر دیتا ہے اور اسے دور تک پھیلا دیتا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد6، صفحہ 320-321)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''مگر حقیقت یہ ہے کہ مذہب تو انبیاء کے ذریعہ سے قائم ہوتا ہے۔ خلفا کے ذریعہ سنن اور طریقے قائم کئے جاتے ہیں۔ ورنہ احکام تو انبیاء پر نازل ہو چکے ہوتے ہیں۔ خلفا دین کی تشریح اور وضاحت کرتے ہیں اور مغلق امور کو کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ایسی راہیں بتاتے ہیں جن پر چل کر اسلام کی ترقی

ہوتی ہے۔‘‘

(الفضل4 ستمبر1937ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’انبیاء علیہم السلام کے اغراض بعثت پر غور کرنے کے بعد یہ سمجھ لینا بہت آسان ہے کہ خلفا کا بھی یہی کام ہوتا ہے کیونکہ خلیفہ جو آتا ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنے پیش رَو کے کام کو جاری کرے۔ پس جو کام نبی کا ہوگا وہی خلیفہ کا ہوگا۔‘‘

(منصب خلافت۔ انوار العلوم جلد2 صفحہ24)

حضرت مصلح موعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافت حقہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو........اور میری اولاد........کو بھی ان کے خاندان کے عہد یاد دلاتے رہو۔‘‘

(الفضل20 مئی1959ء صفحہ3)

خلافت کا رُوحانی فیضان:

اللہ تعالیٰ قوموں کی اصلاح اور انہیں دین واحد پر قائم کرنے کے لئے انبیاء بھیجتا ہے جو ساری عمر نیک فطرت لوگوں کو توحید کی طرف کھینچتے ہیں۔ انبیاء کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ خلافت قائم کر کے اس سلسلہ کو جاری رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اور چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام رُوحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا،ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔‘‘

(رسالہ الوصیت۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ306 تا307)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد توحید کو قائم کرنے والے مشن (Mission) کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفا نے خوب آگے بڑھایا اور مسلسل بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔ دراصل نبوت کے قیام کا خاصہ ہی توحید کا قیام ہے جس کے ذریعہ سے دنیا کے سارے لوگ وحدت کی ایک لڑی میں پروئے جاتے ہیں۔ نبوت کے اس فیضان کو خلفائے احمدیت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے17 جنوری1902ء کو درس القرآن کے دوران احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’اللہ جل شانہ کی سچی فرمانبرداری اختیار کرو۔ اس کی اطاعت کرو۔ اس سے محبت کرو۔ اس کے آگے تذلل کرو۔ اس کی عبادت کرو اور اللہ کے مقابل کوئی غیر تمہارا مطاع، محبوب، مطلوب، امیدوں کا مرجع نہ ہو۔ اللہ کے مقابل تمہارے لئے کوئی دوسرا نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تمہیں ایک طرف بلاتا ہو اور کوئی اور چیز خواہ وہ تمہارے نفسانی ارادے اور جذبات ہوں یا قوم اور برادری، سوسائٹی (Society) کے اصول اور دستور ہوں، سلاطین ہوں، امرا ہوں، ضرورتیں ہوں، غرض کچھ ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابل تم پر اثر

انداز نہ ہو سکے۔ پس خدا تعالیٰ کی اطاعت، عبادت، فرمانبرداری، تذلل اور اس کی حب کے سامنے کوئی اور شے محبوب، مقصود، مطلوب اور مطاع نہ ہو۔‘‘

(روزنامہ الفضل ربوہ۔25جولائی1993ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد جب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے جلسہ سالانہ پر 28دسمبر1914ء کو بطور خلیفۃ المسیح الثانی جو تقریر ارشاد فرمائی اس میں بڑی تحدّی کے ساتھ جماعت کو توحید الٰہی پر قائم ہونے اور شرک سے کلیۃً اجتناب کرنے کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’میں تمہیں بڑے زور سے بتلاتا ہوں کہ دنیا میں لوگ خدا تعالیٰ سے غافل ہوگئے ہیں۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر خوبصورت، اس سے بڑھ کر محبت کرنے والا، اس سے بڑھ کر پیارا اَور کوئی نہیں ہے۔ تم لوگ اگر پیار کرو تو اس سے کرو، محبت لگاؤ تو اس سے لگاؤ، ڈرو تو اس سے ڈرو، خوف کرو تو اس سے کرو۔ اگر وہ تمہیں حاصل ہو جائے تو پھر تمہیں کسی چیز کی پروا نہیں رہ جاتی اور کوئی روک تمہارے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔‘‘

(برکات خلافت صفحہ110)

پھر خدا تعالیٰ کی واحدانیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’صرف ایک ہی اللہ ہے۔ اگر کوئی سمجھے کہ اس کو چھوڑ کر اَور کسی کو تلاش کر لوں گا تو ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ ایک ہی ہے دو نہیں، چار نہیں اور ہزاروں لاکھوں نہیں۔ جب ایک ہی اللہ ہے تو اس کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟‘‘

(برکات خلافت،صفحہ111)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’یہ ایک دھوکا ہے کہ سلسلۂ خلافت سے شرک پھیلتا ہے اور گدیوں کے قائم ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ آج سے تیرہ سو سال پہلے خدا تعالیٰ نے خود اس خیال کو ردّ فرما دیا ہے کیونکہ خلفا کی نسبت فرماتا ہے۔ **یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا۔** (النور:56) خلفا میری ہی عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں قرار دیں گے۔ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ ایک زمانہ میں خلافت پر یہ اعتراض کیا جائے گا کہ اس سے شرک کا اندیشہ ہے اور غیر مامور کی اطاعت جائز نہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے آیت استخلاف میں ہی اس کا جواب دے دیا کہ خلافت شرک پھیلانے والی نہیں بلکہ اسے مٹانے والی ہو گی اور خلیفہ مشرک نہیں بلکہ موحّد ہوں گے ورنہ آیت استخلاف میں شرک کے ذکر کا کوئی موقعہ نہ تھا۔‘‘

(انوار العلوم جلد 2صفحہ14,13)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ، کامل توکل علی اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’خدا کی عجب شان ہے کہ جب1971ء کے شروع میں گھوڑے سے گرا اور علاج کے کئی مراحل سے مجھے گزرنا پڑا تو اس سے میرے گھٹنے اکڑ (Stiff) گئے۔ ایک ڈاکٹر صاحب مجھے کہنے لگے کہ یہ تو اب ٹھیک ہو ہی نہیں سکتے۔ میں نے کہا میں نے تمہیں خدا کب مانا ہے۔ میں تو اللہ کو مانتا ہوں اور اس پر بھروسہ رکھتا ہوں جو قادر مطلق ہے۔ اس کے سامنے کوئی چیز اَنہونی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور یہ تکلیف دور ہو گئی۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔**‘‘

(روزنامہ الفضل ربوہ۔2مارچ1980ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ، کامل توکل علی اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''آج میں تم کو بتا تا ہوں کہ مجھے دنیا کے کسی سہارے کی ضرورت نہیں اور اسی پر میرا توکل ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس صدی میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کا پیار قائم ہو گا۔''

(خطاب جلسہ سالانہ 28 دسمبر 1980ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے قیام کا مدعا ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''خلافت کے قیام کا مدعا توحید کا قیام ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے اٹل۔ ایسا کہ جو کبھی ٹل نہیں سکتا۔ زائل نہیں ہو سکتا۔ اس میں کوئی تبدیلی کبھی نہیں آئے گی...... خلافت کا انعام یعنی آخری پھل تمہیں یہ عطا کیا گیا ہے کہ میری عبادت کرو گے میرا کوئی شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔ کامل توحید کے ساتھ میری عبادت کرتے چلے جاؤ گے اور میری حمد و ثنا کے گیت گایا کرو گے۔ یہ وہ آخری جنت کا وعدہ ہے جو جماعت احمدیہ سے کیا گیا ہے۔''

(الفضل 22 جون 1982ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ نے جب توحید کا پیغام دنیا میں پہنچایا ہے تو یاد رکھیں کہ اس راہ میں تکلیفیں دی جائیں گی...... میں جانتا ہوں کہ اس زمانے میں توحید کے لئے جتنی جماعت احمدیہ نے قربانیاں دکھائی ہیں دنیا کے پردے پر توحید کے لئے دی جانے والی ساری قربانیاں ایک طرف کر دیں تو اس کے مقابلہ پر ان کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس زمانے میں توحید کے نام پر سوائے احمدیت کے کسی کو سزا نہیں دی جارہی...... خدا کی قسم! آج آپ ہی تو ہیں جو توحید کے لئے ایسی قربانیاں پیش کر رہے ہیں...... پس ہم توحید کے محض دعویدار نہیں ہیں، ہم توحید کو اپنے اعمال میں جاری کر چکے ہیں۔ آج ایک ہم ہی تو ہیں جو توحید کے نام پر ہر قسم کے ابتلا میں مبتلا کئے گئے اور ہر ابتلا سے ثابت قدم باہر نکلے ہیں۔ اسی کا نام قدمِ صدق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جماعت احمدیہ کو قدم صدق عطا فرماتا رہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 20 نومبر 1993ء)

خلفائے احمدیت نے اپنے پاک نمونے اور انفاخ قدسیہ سے احباب جماعت کے دلوں میں توحید کو قائم کیا اور عبادت الٰہی کے جو بابرکت بیج بودیئے ان کے نمونے افراد جماعت میں بکثرت نظر آتے ہیں۔ چند مثالیں پیش ہیں:

''ایک دفعہ ایک نوجوان نے حضرت چودھری محمد ظفرا للہ خان صاحب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یورپ میں فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ حضرت چودھری صاحب نے فرمایا: اگرچہ مجھے اپنی مثال پیش کرتے ہوئے سخت حجاب ہوتا ہے لیکن آپ کی تربیت کے لئے بتاتا ہوں کہ خدا کے فضل سے نصف صدی کا عرصہ یورپ میں گزارنے کے باوجود فجر تو فجر میں نے کبھی نماز تہجد بھی قضا نہیں کی۔ یہی حال باقی پانچ نمازوں کا ہے۔''

(الفضل 20 مارچ 2002ء)

ایک دفعہ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے کس عمر میں نماز با جماعت پڑھنا شروع کی تو فرمایا: ''نماز کے بارہ میں تو مجھے یاد نہیں البتہ تہجد کی نماز میں نے 15 سال کی عمر سے پڑھنا شروع کر دی تھی۔''

(سوونیئر مجلس خدام الاحمدیہ بیلجئم 2005ء صفحہ 46)

سیرالیون کے ایک احمدی الحاج پاسعیدو بنگورا (Alhaj Pa Saidu Bangura) نماز باجماعت کے علاوہ تہجد گزاری میں بھی ایک نمونہ تھے۔ باوجود گھر دور ہونے کے صبح کی نماز سے پہلے بیت الذکر سب سے پہلے پہنچ کر نماز کے لئے ایسی بلند اور سریلی اذان بلند کرتے کہ سارا علاقہ گونج اٹھتا اور ان کا نام بلال احمدیت مشہور ہو گیا تھا۔

(روح پرور یادیں صفحہ 515)

سویڈن (Sweden) کے ایک نو احمدی محمود ارکسن کو جب ضروری فوجی تعلیم کے لئے فوج میں داخل ہونا پڑا تو انہوں نے براہِ راست بادشاہ سے نماز کو صحیح اوقات پر ادا کرنے کی رخصت کی درخواست کی جسے منظور کر لیا گیا۔ یہ سویڈن کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 485)

مکرم غلام احمد چشتی معلم وقف جدید، وقف سے پہلے فوج میں تھے۔ دوسری جنگ عظیم میں شرکت کی۔ جنگ کے اختتام پر آپ کو فارغ کر دیا گیا اور ان کے افسر نے لکھا کہ اس نوجوان کے دماغ میں کوئی عارضہ ہے جس کی وجہ سے یہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر عبادت کرتا ہے اور روتا ہے۔

(الفضل ربوہ 30 ستمبر 2000ء صفحہ 7)

انگلستان میں ایک پرانے احمدی بلال نٹل صاحب جب احمدی ہوئے تو انہوں نے اپنے لئے ''بلال'' نام انتخاب کیا اور پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی کے تتبع میں انہوں نے نماز کی خاطر اذان دینے میں ایک خاص نام پیدا کیا۔ انہیں سچ مچ نماز کیلئے بلانے کا ازحد شوق تھا۔

(الفضل 28 جون 2003ء)

یورپ کے خوش نصیب واقفین زندگی میں ایک بشیر احمد آرچرڈ مربی گلاسگو (Glasgow) تھے۔ آپ 1944ء میں احمدیت میں داخل ہوئے اور قادیان میں کچھ عرصہ دینی تعلیم حاصل کر کے زندگی وقف کر کے خادم دین کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔ آرچرڈ صاحب کی زندگی میں ایک ایسا ہمہ گیر انقلاب آیا کہ ان کی کایا پلٹ گئی۔ عبادت الٰہی اور دعاؤں میں شغف، امام وقت کی دل و جان سے اطاعت اور مالی قربانی بشاشت سے کرنے میں بہتوں سے آگے نکل گئے۔ (الفضل 10 جنوری 1978ء)

وہ لکھتے ہیں: ''حلقہ بگوش احمدیت ہونے کے بعد قادیان کے تاریخی دورہ کا سب سے پہلا ثمرہ ترک شراب نوشی تھا۔ ساتھ ہی جؤا اور سگریٹ نوشی سے بھی توبہ کر لی۔ میں گھوڑوں، کتوں اور تاش وغیرہ پر جوئے کی بڑی بڑی شرطیں لگایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ تاش کی بازی پر اپنی پورے مہینہ کی تنخواہ ہار گیا۔ احمدیت میں داخل ہونے کے بعد اس لعنت سے چھٹکارا حاصل ہوا۔ احمدیت سے پہلے میں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتا تھا اب میں 1/3 حصہ کا موصی ہوں اور باقی چندے بھی ادا کرتا ہوں۔ احمدیت نے مجھے نماز اور دعا کا پابند بنا دیا ہے۔''

ناروے کے ایک احمدی دوست نور احمد بولستاد (Noor Ahmad Bolstod) ہیں۔ انہوں نے قریباً 16 سال کی عمر میں احمدیت قبول کی جس کے بعد ان کی زندگی میں ایک عظیم تغیر رونما ہوا۔ پنج وقتہ نمازوں کی ادائیگی کے علاوہ انہوں نے اپنے آپ کو آنریری (Honorary) مربی بھی بنا لیا اور ناروے میں دعوت الیٰ اللہ کی مہم کا آغاز کیا۔ آپ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے میں تمام دینی احکام پر عمل کرنیکی کوشش کرتا ہوں۔''

لندن کے طاہر ایشون پٹیل بھی ہندوؤں سے احمدیت میں آئے تھے۔ احمدی ہوتے ہی انہوں نے شراب پینی چھوڑ دی۔ سگریٹ نوشی ترک کر دی اور باقاعدگی کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کر دی۔

(الفضل یکم اپریل1989ء)

تزکیہ نفس اور تطہیر قلوب ایسے عناصر ہیں جو انسان کو جہد مسلسل کے بعد عطاہوتے ہیں۔ خلفائے احمدیت نے ہمیشہ اپنے خطبات، خطابات اور تقاریر کے ذریعہ سے ایسے راستہ کی طرف رہنمائی فرمائی جس کی منزل تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کی صورت میں ملتی ہے۔ خلافت کا یہ ایک عظیم الشان فیضان ہے جس نے لوگوں کی حالت یکسر بدل دی جس کے بعض نمونے پیش ہیں:

سیرالیون کے علی روجرز (Rogers) نے احمدیت قبول کی تو اس وقت وہ جوان تھے اور ان کی بارہ بیویاں تھیں۔ جماعت کے مربی مولانا نذیر احمد صاحب علی نے انہیں فرمایا کہ اب آپ احمدی ہو چکے ہیں اس لئے قرآنی تعلیم کے مطابق چار بیویاں رکھ سکتے ہیں اور باقی کو طلاق اور نان نفقہ دے کر رخصت کر دیں۔ انہوں نے نہ صرف اس ہدایت پر فوراً عمل کیا بلکہ مربی سلسلہ کے کہنے پر ادھیڑ عمر چار بیویاں اپنے پاس رکھیں اور نوجوان بیویوں کو رخصت کر دیا۔

(الفضل28 جون2003ء)

سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یورپ کے بعض احمدی دکانداروں کے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کے ہوٹل کے کاروبار ہیں اور وہاں شراب بھی بکتی ہے۔چنانچہ جب میں نے ان کا سختی سے نوٹس لیا کہ آپ کو یہ کاروبار چھوڑنا ہو گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑی بھاری تعداد ایسی تھی جنہوں نے اس کاروبار کو ترک کر دیا۔ بعضوں کو خدا تعالیٰ نے فوراً بہتر کاروبار بھی عطا کیے بعضوں کو ابتلا میں بھی ڈالا۔ وہ لمبے عرصے تک دوسرے کاروبار سے محروم رہے لیکن وہ پختگی کے ساتھ اپنے اس فیصلے پرقائم رہے۔''

(الفضل17 جنوری1989ء)

مکرم رانا فیض بخش صاحب نون بیان کرتے ہیں:

''پہلے اسلام اور رسول اکرم ﷺ پر میرا ایمان رسمی تھا۔ نماز بھی کبھی کبھار پڑھ لیتا تھا۔ اب اسلام سے،قرآن سے اور حضور اکرمصلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت ہے اگرمیری مجلس میں سارا دن ان کا ذکر ہوتا رہے تو فرحت اور خوشی محسوس ہوتی ہے۔ دل اور روح سکون پاتے ہیں۔ ایسی مجلس ڈھونڈنے کے لئے میں کوشاں رہتا ہوں۔ سب سے بڑی نعمت یہ ملی ہے کہ خدا جو پوشیدہ تھا۔ صرف رسمی اورعقلی دلائل سے خدا تعالیٰ کوتسلیم کرتا تھا اب اس خدا کی باتیں کئی بار سن چکا ہوں۔ اس کی آواز ظاہری کانوں نے سنی ہے۔ دعائیں کثرت سے سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ سچے خوابوں، کشف رؤیا، صالحہ اور الہام سے نوازتا رہتا ہے۔''

(عالمگیر برکات مامور زمانہ از عبدالرحمٰن مبشر صاحب حصہ 2 صفحہ 291)

ایک جرمن احمدی دوست کہتے ہیں کہ اگر ایک ہفتہ ایسا گزر جائے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری بدقسمت آنکھیں آنسو نہ بہائیں تو مجھے بڑی تکلیف پہنچتی ہے۔ اور میں کہتا ہوں خاک ہے ان آنکھوں پر جو اللہ کی راہ میں نمناک نہیں ہوتیں اور پھر میرا دل اس غم سے ایسا بھر جاتا ہے کہ عشق خدا اُبل اُبل کر میری آنکھوں سے برسنے لگتا ہے۔

(الفضل31 دسمبر1983ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں100 سے زائد تربیتی اور روحانی تحریکات جاری فرمائیں۔ نمازوں کا عشق جگایا، تہجد کیلئے بیدار کیا، قرآن کے معارف سنائے۔ الہامات اور غیبی خبروں سے ایمانوں کو جلا بخشی، یہی وجہ تھی کہ جب1923ء میں آپ رضی اللہ عنہ نے تحریک شدھی کے مقابلہ کیلئے150 سرفروشوں کی تحریک کی تو1500 خدام نے لبیک کہا جن

میں ڈاکٹرز، پروفیسرز، وکیل، صحافی اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے معززین سر فہرست تھے جو اپنے تمام اخراجات خود برداشت کرتے، کھانے خود پکاتے، میلوں پیدل چلتے، کئی کئی وقت فاقے کرتے۔ چلچلاتی دھوپ میں سر پر سامان اٹھا کر سفر کرتے اور دین کی خدمت کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہ کرتے۔

ہندوؤں نے ایمان پر ڈٹی رہنے والی مائی جمیا کی فصل کاٹنے سے انکار کر دیا تو یہی بی اے اور ایم اے وکیل اور ڈاکٹر جنہوں نے کبھی زرعی آلات کو ہاتھ نہ لگایا تھا درانتیاں لے کر فصل کاٹنے لگے۔ ہاتھ زخمی کر لئے پاؤں چھلنی کر لئے مگر دین کی غیرت کا حق ادا کر دیا۔ تزکیہ نفس اسے ہی تو کہتے ہیں۔

(الفضل14جون2006ء)

چنانچہ بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی، صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز بی۔اے، ماسٹرمحمد شفیع صاحب اسلم، شیخ یوسف علی صاحب بی۔اے اور دوسرے مجاہدین نے تیز اور چلچلاتی دھوپ میں کئی کئی میل روزانہ پیدل سفرکیا۔ بعض اوقات کھانا تو الگ رہا ان کو پانی بھی نہ مل سکا۔ کھانے کے وقت یا تو اپنا بچا کھچا باسی کھانا کھاتے یا بھونے ہوئے دانے کھا کر پانی پی لیتے اور اگر سامان میسر آسکتا تو آٹے میں نمک ڈال کر اپنے ہاتھوں روٹی پکا کر کھا لیتے۔ رات کو جہاں جگہ ملتی سو جاتے۔ ملکانوں نے ان کی خاطر تواضع دودھ سے کرنا چاہی مگر انہوں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے واپس کر دیا۔ بعض رؤسا نے مبلغین کے بستر اور سامان کے لئے مزدور دینا چاہے لیکن یہ جانباز سپاہی اپنا سامان اٹھائے پیدل سفر کرتے رہے اور ایک گاؤں میں کام ختم ہونے پر اس بات کی پروا کئے بغیر کہ کیا وقت ہے یا دوسرا گاؤں کتنے فاصلے پر ہے فوراً آگے روانہ ہو جاتے۔ انہوں نے بعض اوقات اندھیری راتوں میں ایسے تنگ اور پر خطر راستوں سے سفر کیا جہاں جنگلی سؤر اور بھیڑیئے بکثرت پائے جاتے تھے۔ یہ مجاہد ملکانوں پر پانی تک کا بوجھ نہ ڈالتے اور یہ کہتے کہ آپ لوگوں کو دین سکھانے کے لئے ہمارے آدمی آئیں گے جو آپ سے کچھ نہ لیں گے بلکہ اپنا خرچ بھی آپ برداشت کریں گے۔ یہ لوگ چونکہ اپنے مولوی صاحبان کی شکم پروریوں کی وجہ سے بدظن ہو چکے تھے۔ اس لئے ان کے نزدیک یہ بات بڑی حیرت انگیز تھی کہ ایسے خادم دین بھی موجود ہیں جو رضا کارانہ طور پر اسلام کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہیں۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ نے نہ صرف تین دن کے اندر اندر ضلع ایٹہ کے اکثر دیہات کا دورہ مکمل کرلیا اور ہر گاؤں سے متعلق ایسے تفصیلی کوائف مہیا کئے گویا مدت سے ان دیہات میں ان کی آمدو رفت تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ355۔ 354)

تزکیہ نفس اور تطہیر قلب جیسے عناصر انسانی زندگی پر اس رنگ میں اثر انداز ہوتے ہیں کہ طرزِ معاشرت میں تبدیلی واقع ہوتی ہے چنانچہ ایک غیر احمدی دوست علامہ نیاز فتح پوری صاحب اس خاصہ کا یوں ذکر کرتے ہیں:

”آپ کی اور احمدی جماعت کی زندگی میں کتنانمایاں فرق ہے۔ آپ کے ہاں زندگی کا تصور ہے منتشر انفرادی تشخص کا اور ان کے یہاں مرکزی ہیئت اجتماعی کا۔ آپ کی اجتماعیت افراد میں بٹ کر هَبَآءً مَنْثُوْرًا ہو چکی ہے اور ان کے یہاں تمام افراد چمٹ کر صرف ایک حَبْلُ الْمَتِیْن سے وابستہ نظر آتے ہیں آپ کا شیرازہ بکھر گیا ہے اور وہ اس بکھرے ہوئے شیرازہ کے اوراق کو اکٹھے کر رہے ہیں۔

ان کی سادہ معاشرت ان کی سادہ زندگی، ان کا جذبۂ خلوص و صداقت، احساس ایثار قربانی، پاس عہد، پابندئ شریعت اور سب سے زیادہ ان کی عملی استقامت اور شدائد کے مقابلہ میں فلسفیانہ صبر و ضبط۔ یہ ہیں احمدی جماعت کے بنیادی عناصر اور اجزا جن پر ان کے قصر اجتماعیت کی تعمیر ہوئی ہے۔

(فیضان مہدیٔ دوراں از مکرم عبدالرحمٰن مبشر صاحب۔صفحہ219)

خلافت احمدیہ کے بابرکت سائے تلے جماعت احمدیہ کی قربانیاں:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں ایک انسان ہوں اور آخر ایک دن ایسا آئے گا جب میں مر جاؤں گا اور پھر اور لوگ اس جماعت کے خلفا ہوں گے۔ میں نہیں جانتا اس وقت کیا حالات ہوں گے اس لئے ابھی سے تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تمہیں اور تمہاری اولادوں کوٹھوکر نہ لگے۔ اگر کوئی خلیفہ ایسا جس نے سمجھ لیا کہ جماعت کو زمینوں سے اس قدر آمد ہو رہی ہے۔ تجارتوں سے اس قدر آمد ہو رہی ہے۔ صنعت و حرفت سے اس قدر آمد ہو رہی ہے تو پھر اب جماعت سے کسی اَور قربانی کی کیا ضرورت ہے؟ اس قدر روپیہ آنے کے بعد ضروری ہے کہ جماعت کی مالی قربانیوں میں کمی کر دی جائے تو تم یہ سمجھ لو وہ خلیفہ خلیفہ نہیں ہو گا بلکہ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ خلافت ختم ہو گئی اور کوئی اسلام کا دشمن پیدا ہو گیا.........پس چاہئے کہ ایک ارب پونڈ خزانہ میں آجائے تب بھی خلیفۂ وقت کا فرض ہو گا کہ ایک غریب کی جیب سے جس میں ایک پیسہ ہے دین کے لئے پیسہ نکال لے اور ایک امیر کی جیب میں سے دس ہزار روپیہ موجود ہے دین کیلئے دس ہزار نکالے کیونکہ اس کے بغیر دل صاف نہیں ہو سکتے اور بغیر دل صاف ہونے کے جماعت نہیں بنتی اور بغیر جماعت بننے کے خدا تعالیٰ کی رحمت اور برکت نازل نہیں ہو سکتی...پس... تمہارے اندر زندگی پیدا کرنے کیلئے، تمہارے اندر روحانیت پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ تم سے قربانیوں کا مطالبہ کیا جائے اور ہمیشہ اور ہر آن کیا جائے۔ اگر قربانیوں کا مطالبہ ترک کر دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہو گا، یہ تقویٰ اور ایمان پر ظلم ہوگا۔''

(الفضل 7 اپریل 1944ء صفحہ 7)

''اب دیکھ لو کہ جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے کس قدر مالی قربانی دے رہی ہے۔ کہیں چندہ عام ہے کہیں حصہ آمد ہے، کہیں تحریک جدید ہے اور کہیں وقف جدید ہے اور کہیں نصرت جہاں سکیم ہے اور فضل عمر فاؤنڈیشن اور بیوت الحمد وغیرہ تحریکیں ہیں اور یہ کروڑ ہا رقوم کی تعداد میں ہر سال پورے تسلسل کے ساتھ تحریکات جاری و ساری ہیں اور اس میں صرف عاقل و بالغ مرد ہی نہیں بلکہ عورتیں اور بچے بھی پورے اخلاص کے ساتھ شریک ہیں اور سب سے بڑی بات یہ جو یہ فیض حضرت امام لزماں اس جماعت کو حاصل ہے۔وہ یہ ہے کہ چندے تو جمع ہو جاتے ہیں لیکن ان میں ہیرا پھیری، غبن، بے جا اسراف وغیرہ جیسی بلائیں جو دوسری جگہ عام ہیں یہاں ان کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔''

(فیضان مہدئ دوراں از مکرم عبدالرحمٰن مبشر صاحب ۔صفحہ 107)

مالی قربانیوں میں جماعت احمدیہ کے انشراح صدر کا معیار ہمارا نظام وصیت ہے۔ ایک عام احمدی ہر ماہ اپنی آمدنی کا 1/10 حصہ نظام وصیت میں ادا کرتا ہے۔ لازمی چندوں کے علاوہ سلسلہ کی متفرق تحریکات، تحریک جدید، وقف جدید، امانت تربیت، خلافت جوبلی فنڈ، ذیلی تنظیموں، یتامیٰ، مریضان، بیوت الحمد اور امداد طلبا میں حصہ لیتا ہے اور اپنے والدین اور بیوی بچوں کی طرف سے بھی۔ ذاتی صدقہ و خیرات لوکل فنڈ اور ہنگامی خدمات اس کے علاوہ ہیں۔

ان سب قربانیوں کے باوجود پھر یہ وصیت کر جاتاہے کہ میرے ترکہ میں بھی 1/10 تا 1/3 حصہ دین حقہ کو پیش کیا جائے۔ اور یہی نصیحت اپنی اولاد در اولاد کو کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ پورے سو سال سے جاری اور ترقی

پذیر ہے۔ کیا دنیا میں کوئی قوم اس کی مثال پیش کرسکتی ہے۔

اسی لئے جماعت کے ایک مخالف نے لکھا کہ:

’’ہر قادیانی اپنے باطل مذہب... کی اشاعت کے لئے اپنی آمد میں سے1/16یا1/10حصہ دیتا ہے۔ 1/10 حصہ جو شخص جماعت کے نام وقف کر دے وہ ان کے نزدیک بہشتی شمار ہوتا ہے اور مرنے کے بعد اسے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد بیس ہزار سے زائد ہو چکی ہے جن کے نام باقاعدہ ان کے اخبار الفضل میں شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن افسوس کہ ختم نبوت کے عظیم مقصد کیلئے ابھی تک ایک عاشق بھی ایسا نہیں ملا جو1/10چھوڑ کر1/100 حصہ بھی وقف کر دیتا۔‘‘

(ماہنامہ الفرقان جنوری1974ء صفحہ20)

احمدیت کی تاریخ شاہد ہے کہ اپنے پیارے امام کی آواز پر جہاں مردوں نے والہانہ لبیک کہا وہاں عورتوں نے بھی دلی جوش سے ہر طرح کی قربانی پیش کرکے اپنے ایمانی جذبہ اور خلوص کا شاندار مظاہرہ کیا۔ جو نقوش جہاں انمٹ ہیں وہاں قابل صد افتخار بھی ہیں۔ انہیں نقوش پا پر چلتے چلتے آج احمدی مستورات ایک ایسے مقام پر آ پہنچی ہیں جہاں باقی دنیا کی عورتیں پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ جماعت کی کوئی مالی تحریک ایسی نہیں جس میں خواتین نے بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیا ہو۔ مثلاً بیوت الذکر کی تعمیر، تبلیغی مشنوں کا قیام، قرآن کریم کی اشاعت، الرقیم پریس، ایم ٹی اے غرض جب بھی ضرورت پڑی خواتین نے اپنی جمع پونجی، محنت مزدوری کا معاوضہ بشاشت سے اللہ کے حضور پیش کر دیا۔

(محسنات مرتبہ لجنہ اماء اللہ کراچی صفحہ184)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’یہ خلافت ہی کی برکت ہے جو تم دیکھ رہے ہو کہ کس طرح قادیان کے غریبوں اور مسکینوں نے ایسی قربانی پیش کی جس کی نظیر کسی اور جماعت میں نہیں مل سکتی۔ آج بھی مجھے حیرت ہوئی جب کہ ایک غریب عورت جو تجارت کرتی ہے جس کا سارا سرمایہ سو ڈیڑھ سو روپے کا ہے اور جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئی ہے صبح ہی میرے پاس آئی اور اس نے دس دس روپے کے پانچ نوٹ یہ کہتے ہوئے مجھے دیئے کہ یہ میری طرف سےمسجد کی توسیع کے لئے ہیں۔ میں نے اس وقت اپنے دل میں کہا کہ اس عورت کا یہ چندہ اس کے سرمایہ کا آدھا یا ثلث ہے مگر اس نے خدا کا گھر بنانے کیلئے آدھا ثلث سرمایہ پیش کر دیا ہے پھر کیوں نہ ہم یقین کریں کہ خدا بھی اپنی اس غریب بندی کا گھر جنت میں بنائے گا اور اسے اپنے انعامات سے حصہ دے گا۔

(الفضل14مارچ1944ء صفحہ11)

(بیت) اقصیٰ اور (بیت) مبارک قادیان کی توسیع کیلئے حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے 23دسمبر1938ء کو ایک تحریک کی کہ ہر کمانے والا دس روپے فی کس کے حساب سے چندہ دے اور جن عورتوں کی کوئی آمدنی نہیں اور بچے بھی صرف ایک پیسہ فی کس چندہ دیں تا کہ جماعت کا کوئی فرد اس ثواب سے محروم نہ رہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے جذبہ قربانی کا یوں تذکرہ فرمایا:

’’جب میں نے اس کے متعلق خطبہ پڑھا تو باوجود یہ کہ میں نے کہہ دیا تھا اس تحریک میں دس روپے سے زیادہ کسی سے نہ لیا جائے پھر بھی ایک عورت نے اپنی دوسو روپے کے قریب مالیت کی چوڑیاں اس فنڈ میں داخل کر دیں جو میں نے بہ زور واپس کیں اور کہا کہ آپ اس میں سے دس روپے تک ہی دے سکتی ہیں۔‘‘

(تاریخ لجنہ جلد 1 صفحہ436 و 437)

نائیجیریا(Nigeria)میں جب امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریک فرمائی تو ایک خاتون

نے30,25 ہزار پاؤنڈ پیش کئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’میرے علم میں افریقی ممالک کا کوئی اکیلا فرد بھی ایسا نہیں جس نے بیک وقت30,25 ہزار چندہ دیا ہو۔ اسی طرح ایک اور نائیجیرین خاتون الحاجہ لارگا نے بھی دس ہزار پاؤنڈ مسجد کے لئے پیش کئے۔ امریکہ میں پرانے زمانوں میں بہت غربت تھی یعنی احمدی افراد اکثر پیدائشی امریکیوں میں سے آئے تھے اور ان کے حالات اس وقت بہت ہی غربت کے حالات تھے تو احمدی خواتین خدمت کر کے اپنی قربانی کی روح کو تسکین دیا کرتی تھیں۔ ہماری ایک مخلص خاتون کلیولینڈ اوہایو (Cleveland, Ohio) سے تعلق رکھتی ہیں انہوں نے بتایا کہ ہم اتنے غریب تھے کہ میرا سارا خاندان اتنا شکستہ حال تھا کہ کچھ بھی ہم خدمت کرنے کے لائق نہ تھے۔ میں اپنے خدمت کے جذبے کو تسکین دینے کے لئے یہ کیا کرتی تھی کہ جمعہ کے روز علی الصبح مشن ہاؤس جاتی اپنے ساتھ پانی کی بالٹی اور گھر میں بنائے ہوئے صابن کا ٹکڑا لے جاتی تھی یعنی اس زمانے میں امریکہ جیسے ملک میں بھی ان کو صابن خریدنے کی توفیق نہیں ملتی تھی گھر میں بنایا ہوا صابن لے جا کر ساری مسجد دھوتی اور پالش کرتی اور جمعہ سے پہلے اس لئے واپس آجایا کرتی تھی کہ کسی کو پتہ نہ لگے کہ یہ کام کس نے کیا ہے۔ عجیب حسین اور ہمیشہ زندہ رہنے والی قربانیاں ہیں لیکن بے آواز ہیں اور ہر ملک میں احمدی عورتیں اس قربانی میں برابر شریک ہوتی ہیں۔‘‘

(محسنات از لجنہ اماء اللہ کراچی ۔صفحہ214)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقریر 12 ستمبر1992ء کو جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر فرمایا:

’’حضرت فضل عمر اس زمانے میں مسجد برلن کی تعمیر کی تحریک کے دوران ایک احمدی پٹھان عورت کی قربانی کا ذکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں: ضعیف تھی، چلتے وقت قدم سے قدم نہیں ملتا تھا، لڑکھڑاتے ہوئے چلتی تھی، میرے پاس آئی اور دو روپے میرے ہاتھ میں تھما دیئے۔ زبان پشتو تھی، اُردو اٹک اٹک کر تھوڑا تھوڑا بولتی تھی اتنی غریب عورت تھی کہ جماعت کے وظیفہ پر پل رہی تھی اس نے اپنی چُنی کو ہاتھ لگا کر دکھایا کہ یہ جماعت کی ہے اپنی قمیص کو ہاتھ میں پکڑ کر بتایا کہ یہ جماعت کی ہے، جوتی کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ بھی جماعت کی ہے اور جو وظیفہ ملتا تھا اس میں سے جو دو روپے تھے وہ کہتی ہے وہ بھی جماعت ہی کے تھے۔ میں نے اپنے لئے اکٹھے بچائے ہوئے تھے اب میں یہ جماعت کے حضور پیش کرتی ہوں۔ کتنا عظیم جذبہ تھا وہ دو روپے جماعت ہی کی وظیفہ سے بچائے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور اس دو روپے کی عظیم قیمت ہو گی۔ حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس نے کہا یہ جوتی دفتر کی ہے، میرا قرآن بھی دفتر کا ہے یعنی میرے پاس کچھ بھی نہیں مجھے ہر چیز دفتر سے ملتی ہے۔ فرماتے ہیں اس کا ایک ایک لفظ ایک طرف تو میرے دل پر نشتر کا کام کر رہا تھا ور دوسری طرف میرا دل اس محسن کے احسان کو یاد کر کے جس نے ایک مردہ قوم میں سے زندہ اور سرسبز روحیں پیدا کر دیں۔ شکر و احسان کے جذبات سے لبریز ہو رہا تھا اور میرے اندر سے یہ آواز آ رہی تھی۔ خدایا! تیرا مسیحا کس شان کا تھا جس نے ان پٹھانوں کی جو دوسروں کا مال لوٹ لیا کرتے تھے ایسی کایا پلٹ دی کہ وہ تیرے دین کے لئے اپنے ملک اور اپنے عزیز اور اپنا مال قربان کر دینا ایک نعمت سمجھتے ہیں۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’جب مسجد کوپن ہیگن کی تحریک ہو رہی تھی اور عورتیں جس طرح والہانہ طور پر سب کچھ حاضر کر رہی تھیں تو اتفاق سے ایک غیر احمدی عورت بھی وہاں بیٹھی یہ نظارہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے یہ تبصرہ کیا کہ ہم نے دیوانہ وار لوگوں کو پیسے لیتے دیکھا ہے لیکن دیوانہ وار لوگوں کو پیسے دیتے کبھی نہیں دیکھا۔ یہ آج احمدی عورتوں نے ہمیں

بتایا ہے کہ پیسے لیتے ہوئے جوش نہیں ہوا کرتا اصل جوش وہ ہے جو پیسے دیتے وقت دکھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ وہ زندگی کی علامت ہے جس نے احمدی خواتین کو سب دنیا میں ممتاز کر دیا ہے۔''

(محسنات صفحہ 212 و 213 از لجنہ اماء اللہ کراچی)

فیضان علمی:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد بیان کرتے وہئے فرمایا: ''**یُحیِی الدِّینَ وَ یُقِیمُ الشَّرِیعَۃِ**......'' کہ موعود نبی دین اسلام کا احیا اور شریعت کا قیام کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد اس عظیم الشان مقصد کو خلفائے احمدیت نے آگے بڑھایا۔ کہیں تو نبوت کے فیضان کو ٹھوس علمی اور تحقیقی کتب کے ذریعہ سے عام کیا اور کہیں زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن و حدیث کی ایسی تشریحات کیں کہ جن سے روح وجد میں آ گئی۔ خطبات اور خطابات کے ذریعہ تشنہ روحوں کی پیاس بجھانے کے ساتھ ساتھ روزمرہ کے مسائل میں رہنمائی فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں علمی فیضان کی ایک جھلک احمدی اخبارات و رسائل کی شکل میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں اخبار نور، اخبار الحق، رسالہ احمدی، احمدی خاتون، اخبار پیغام صلح اور الفضل کا اجرا ہوا۔

(الفضل 24 مئی 2006ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی تعلیمی حالت کا ذکر اپنی کتاب ''ملائکۃ اللہ'' میں یوں فرمایا ہے:

''میں نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا۔ ہر دفعہ فیل ہی ہوتا رہا ہوں مگر اب میں خدا کے فضل سے کہتا ہوں کہ کسی علم کا مدعی آجائے، ایسے علم کا مدعی آجائے جس کا میں نے نام بھی نہ سنا ہو اور وہ اپنی باتیں میرے سامنے مقابلہ کے طور پر پیش کرے اور میں اسے لاجواب نہ کر دوں تو جو اس کا جی چاہے کہے۔ ضرورت کے وقت پر خدا علم مجھے سکھاتا ہے اور کوئی شخص نہیں ہے جو مقابلے میں ٹھہر سکے۔''

(ملائکۃ اللہ - صفحہ 53، ایڈیشن 1956ء)

آپ رضی اللہ عنہ کے اس دعویٰ کی تصدیق و معرکۃ الآرا خطابات و تقاریر کر رہے ہیں جن میں آپ رضی اللہ عنہ نے صدیوں پرانی گتھیوں کو سلجھایا اور دین اسلام کے نہ صرف حاضرہ مسائل کا حل کیا بلکہ اسلام کے مستقبل سے بھی آگاہ کیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف علمی موضوعات پر کتب تحریر فرمائیں جن کی تقسیم کچھ یوں کی جا سکتی ہے۔

1) دینی و مذہبی تصانیف 2) دعوت الی اللہ سے متعلق تصانیف 3) اصلاحی و اخلاقی تصانیف 4) سیاسی تصانیف 5) اقتصادی و عمرانی مسائل پر تصانیف 6) تاریخی و سوانحی تصانیف 7) دہریت اور عیسائیت کے باب میں تصانیف 8) ہندومت، آریہ دھرم اور سکھ پنتھ کے بارے میں تصانیف 9) فلسفیانہ تصانیف 10) تصوف و الٰہیات سے متعلق تصانیف 11) مذہب اور سائنس کے بارے میں تصانیف 12) مخالفین رسولؐ کے جوابات 13) زمینداروں کے مسائل کے بارے میں 14) تحریک کشمیر پر 15) خواتین کے مسائل 16) قیام واستحکام پاکستان 17) سرمایہ داری اور کیمونزم وغیرہ پر۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصنیفات میں دورِ حاضر کے بعض پیچیدہ مسائل کا حل نہایت عمدگی سے عام فہم انداز میں تحریر فرمایا۔ اس سلسلہ میں بطور مثال دو تصنیفات کے متعلق عرض ہے۔

1) اسلام میں اختلافات کا آغاز:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت باریک بینی اور ذہانت سے اس عنوان کا حق ادا کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 26فروری 1919ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں مشہور مؤرخ سید عبدالقادر صاحب ایم۔اے پروفیسر شعبہ تاریخ کی صدارت میں اپنا مذکورہ لیکچر پیش کیا جو بعد میں اہل شوق کے تقاضے پر کتابی صورت میں پیش کیا گیا۔اس لیکچر کی علمی حیثیت اور تاریخی اہمیت سے متعلق پروفیسر مذکورہ نے ان الفاظ میں اپنے صدارتی خطاب میں ارشاد فرمایا:

''فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزابشیر الدین محمود احمد کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شد بُدھ ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیا ل ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے نہیں گزرا ہو گا۔''

(پیش لفظ کتاب مذکور)

2) اسلام کا اقتصادی نظام:

دنیا کے امن و امان اور تعمیر و ترقی میں اقتصادی و معاشی حالت کو ہمیشہ مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔آج کی ترقی یافتہ ریاستیں اس دعوے کی منہ بولتی دلیل ہیں مگر ان کی اقتصادی ترقی نے ان کی روحانی حالت کو از بس بگاڑ دیا ہے۔ان حالات کو دیکھ کر بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اقتصادی حالات کے سنورنے سے انسان صرف مادی طور پر ترقی کر سکتا ہے اور اس کے لئے وہ یورپ اور اشتراکی ملکوں اور امریکہ وغیرہ کی مثال پیش کرتے ہیں مگر ایسے حالات میں قرآن نے جو اقتصادی نظام پیش کیا ہے،اہل عالم کو اس کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ وہ مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں میں مساوی ترقی کے مواقع پیش کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا کی اسی ضرورت کے تحت 1945ء میں ''احمدیہ انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن'' کے زیر انتظام لاہور میں ایک علمی لیکچر ''اسلام کا اقتصادی نظام'' کے عنوان پر دیا۔ اس لیکچر کو سننے کے لئے احمدی احباب کے علاوہ ہزاروں کی تعدا میں مسلم اور غیر مسلم معززین تشریف لائے جن کی اکثریت تعلیم یافتہ تھی اور پنجاب یونیورسٹی کے طلبا اور اساتذہ خصوصاً اس موقع پر موجود تھے۔ اس تقریر کی صدارت ایک ہندو سکالر مسٹر رامچند مچندہ ایڈووکیٹ لاہور ہائی کورٹ نے کی۔ یہ تقریر تقریباً اڑھائی گھنٹے جاری رہی اور تقریر کے دوران حاضرین کے وفورِ شوق کا عالم دیدنی تھا۔ صدر جلسہ نے تقریر کے بعد اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقع ملا۔مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ تحریک احمدیہ ترقی کر رہی ہے اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر اس وقت آپ لوگوں نے سنی ہے اس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں امام جماعت احمدیہ نے بیان فرمائی ہیں۔جماعت احمدیہ اسلام کی وہ تفسیر پیش کرتی ہے جو اس ملک کے لئے نہایت مفید ہے۔پہلے تو میں یہ سمجھتا تھا اور میری غلطی تھی کہ اسلام اپنے قوانین میں صرف مسلمانوں کا ہی خیال رکھتا ہے غیر مسلموں کا کائی لحاظ نہیں رکھتا۔مگر آج حضرت امام جماعت

احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔‘‘

(دیباچہ اسلام کا اقتصادی نظام)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتب عصر حاضر کا بہترین علمی شاہکار ہیں۔ جن میں مذہب کے نام پر خون، وصال ابن مریم، سوانح فضل عمر حصہ اول و دوم، ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل، Response to Contemporary Issues, Christianity: A Journey from Facts to Fiction.Revelation, Rationality........... نیز قرآن کریم کی سورتوں کے تعارف اور مختصر تشریحی نوٹس کے ساتھ ترجمہ قابل ذکر ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا منظوم کلام بھی جماعتی تعلیم و تربیت میں بڑا مد و معاون ثابت ہوا جو کہ’’کلام طاہر‘‘ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تعلیمی و تربیتی اور عالمی و ملکی مسائل سے متعلق متعدد سلسلہ وار خطبات بھی کتابی صورت میں چھپ کر اپنوں اور غیروں کی رہنمائی کا باعث بن رہے ہیں۔ جن میں سے خلیج کا بحران اور نظام جہان نو، ذوق عبادت اور آداب دعا۔ زھق الباطل اور سلمان رُشدی کی کتاب پر محققانہ تبصرہ کے عنوان سے معروف ہیں۔

(الفضل 24 مئی 2006ء)

جماعت احمدیہ میں علم حدیث کی ترویج:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات اور عملی نمونہ کی اتباع میں جماعت احمدیہ میں قرآن کریم کے بعد حدیث کو افراط و تفریط سے بچ کر اس کا صحیح مقام دیا گیا ہے۔ خاص طور پر صحیح بخاری کے درس و تدریس کا سلسلہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی شروع فرمایا تھا اور اپنی وفات سے پہلے جو وصیت تحریر کروائی تھی اس میں لکھا تھا : قرآن اور حدیث کا درس جاری رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا بہت احساس تھا کہ صحیح بخاری کا ترجمہ اور ضروری مقامات کی تشریح جماعت کی طرف سے شائع ہو۔ ایک دفعہ صحیح بخاری کے درس کے دوران فرمایا:

’’جو ترجمہ صحیح بخاری درس حدیث میں احباب کے سامنے ہوتاہے وہ ترجمہ مولوی وحید الزمان کا ہے جو لاہور اور امرتسر میں چھپا ہے۔ اس کا اشتہار اخبار بدر میں بھی ہوتاہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس کے سوائے اور کوئی ترجمہ بین السطور نہیں ہے۔ مولوی وحید الزمان سلسلہ کا سخت دشمن ہے اور اس نے جا بجا اپنے حاشیہ میں خواہ مخواہ ہم کو گالیاں دی ہیں لیکن جب تک وہ وقت نہ آجائے کہ ہمارے اپنے ترجمے اور حاشیے چھپیں تب تک ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان لوگوں کی گالیوں سے ڈر کر بخاری کے ترجمہ کو پڑھنا چھوڑ دیں.......اصل بخاری اور اس کے ترجمہ میں تو کوئی دخل ہی کیا دے سکتا ہے باقی رہے حواشی سو خُذْ مَا صَفَا وَ دَعْ مَا کَدَرَ پر عمل کرنا چاہئے۔

(بدر 7 اگست 1913ء درس حدیث صحیح بخاری صفحہ 6)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے صحیح بخاری درساً حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے پڑھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بھی باوجود اپنی دیگر مصروفیات اور فرائض کی ادائیگی کے اس ضرورت کا بہت احساس تھا کہ جماعت میں حدیث کی تعلیم عام ہو۔ چنانچہ 28 اکتوبر 1926ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہنے جامع صحیح بخاری کے ترجمہ اور تشریح کا کام حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر کے فرمایا:

’’بہت سے ضروری کام ہیں جو کرنے کے ہیں مگر ان کی طرف توجہ نہیں تھی۔مثلاً صحیح بخاری کے ترجمہ اور اس کی شرح کا کام بھی نہایت ضروری اوراہم ہے۔ اگر ہم نے نہ کیا تو ان لوگوں سے کیا توقع ہوسکتی ہے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی صحبت میں رہنے کا موقع نہیں ملا اور جو آپ علیہ السلام کے فیضان سے

براہِ راست مستفیض نہیں ہوئے۔ غیروں کے تراجم اور حواشی رہ جائیں گے اور پھر جو اناپ شناپ لکھا ہوا ہو گا
اسی پر دارومدار ہو گا اور پھر بعد از وقت اعتراضوں کو دیکھ کر ادھر ادھر کے جوابوں کی سوجھے گی۔''

(دیباچہ جلد ہذا صفحہ 47)

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں صحیح بخاری کے ترجمہ اور شرح پر کام شروع کر دیا لیکن 1926ء سے1947ء تک کا عرصہ جماعت احمدیہ کا انتہائی ہنگامہ خیز دور تھا......قیام پاکستان کے بعد اس کی اشاعت کا کام اداراۃ المصنفین کے سپرد ہوا جس کے مینجنگ ڈائریکٹر حضرت مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب فاضل تھے۔ چنانچہ آپ کی نگرانی میں1960ء سے1976ء تک کے سولہ سالوں میں صحیح بخاری کے ترجمہ اور شرح کے پندرہ پاروں تک کی اشاعت ہوئی۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات 16 مئی1967ء تک19 پاروں کے ترجمہ اور شرح کا کام مکمل کر لیا تھا اور اگلے پاروں کا ترجمہ بھی مکمل کر لیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اس کی اشاعت حضرت مولوی ابوالمنیر نور الحق صاحب کے سپرد ہوئی۔ 1983ء میں بعض حالات کی بنا پر ادارۃ المصنفین کو بند کرنا پڑا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری کا زیرِ تکمیل کام نظارت اشاعت کے سپرد فرمایا۔ نظارت کے زیر اہتمام حضرت مولوی ابو المنیر نور الحق صاحب نے اگلے پاروں کا کام جاری رکھا۔ مولوی صاحب کی وفات کے بعد نظارت اشاعت کی درخواست پر ناظر اعلیٰ صاحب صاجبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے2002ء میں یہ سارا کام مولانا شبیر احمد صاحب ثاقب صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ کے سپرد فرمایا۔

2005ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہٗ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے علم حدیث کی ترویج اور اشاعت کے لئے حضرت حاجی الحرمین حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے نام پر نور فاؤنڈیشن قائم فرمائی ہے جو صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی اورسنن ابن ماجہ نیز مسند احمد بن حنبل کا پہلے مرحلہ میں اردو میں ترجمہ کرے گی۔

(پیش لفظ صحیح البخاری ۔صفحہ5-6)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اخبار''الفضل'' قادیان جیسا بلند پایہ اخبار اپنی منفرد ذاتی کوششوں سے18جون 1913ء کو جاری فرمایا جس میں ''تاریخ اسلام'' ایک مستقل کالم کا اجرابھی کیا۔ یہ کالم جو بخاری کی مستند احادیث کی شرح کی روشنی میں آپ رضی اللہ عنہ کےقلم مبارک سے نکلا۔ اُنیسویں صدی میں عشاق رسول کیلئے اپنی نوعیت کا منفرد اسلوب و انداز کا حامل تھا۔ یہ کلام احمد کےگلشن کی نئی بہار تھی جس نے قلوب و اذہان کو معطر کر دیا اور رگ رگ میں عشق نبوی کی شمعیں روشن کردیں۔

خصوصاً نوجوانان احمدیت کو احادیث کی معرفت کا ایک ایسا شعور بخشا جس کی یاد مدتوں تک تازہ رہے گی۔علم و عرفان کا یہی بیش بہا خزانہ ہے جسے حضور رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پہلی بار یکم دسمبر1924ء کو شائع کر دیا گیا اور قادیان اور ربوہ سے اس کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

(الفضل24 مئی2006ء)

خلات اور خدمت قرآن کریم:

فیضان خلافت کا ایک نہایت روشن پہلو خدمت قرآن ہے۔ خلفائے احمدیت نے قرآن مجید کی محبت دلوں میں اُجاگر کی اور اس کا علم سیکھنے اورسیکھانے کے لئے مختلف ذرائع اختیار کیے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مردوں اور عورتوں میں الگ الگ قرآں مجید کا درس دیناشروع کیا جو بعد میں کتابی شکل میں تفسیر کبیر کے نام سے شائع ہو گیا۔ یہ تفسیر علمی اور تربیتی

لحاظ سے اتنی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ کئی غیر از جماعت علما نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔ کئی لوگ اسے پڑھ کر ہی احمدی ہوگئے۔ پھر حضور رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا اردو زبان میں سلیس، سادہ اور بامحاورہ ترجمہ بھی کیا اور اس کے ساتھ ضروری مقامات پر تفسیری نوٹ بھی لکھے۔ یہ ترجمہ سب سے پہلے 1957ء میں تفسیر صغیر کے نام سے شائع ہوا۔ اسے اپنوں اور غیروں میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے۔ جماعت کی تربیت کے لئے دوسرا ذریعہ حضور رضی اللہ عنہ نے خطبات و تقاریر کا اختیار کیا۔ قریباً ہر دینی مسئلہ پر اور تربیت کے ہر پہلو پر حضور رضی اللہ عنہ نے تقاریر فرمائیں اور خطبات دیئے۔ یہ خطبات و تقاریر بہت ہی پُراثر ہیں جو انوار العلوم اور خطبات محمود کے عنوان سے شائع ہو رہے ہیں۔

(الفضل 24 مئی 2006ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ابتدائے خلافت سے یہ دستور رہا ہے کہ حضور رضی اللہ عنہ جلسہ سالانہ کے موقع پر ہمیشہ ایک خالص علمی موضوع پر تقریر فرمایا کرتے ہیں۔ چنانچہ 1928ء کے جلسہ پر حضور رضی اللہ عنہ نے ''فضائل القرآن'' کے عنوان پر ایک اہم سلسلہ تقاریر کا آغاز فرمایا جو 1933ء تا 1935ء کو مستثنیٰ کر کے 1936ء کے جلسہ تک جاری رہا۔ حضور رضی اللہ عنہ کا منشا مبارک دراصل یہ تھا کہ قرآن کریم کی فضیلت سے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے براہین احمدیہ میں جو تین سو دلائل لکھنے کا وعدہ فرمایا تھا وہ اگرچہ حضور رضی اللہ عنہ ہی کی دوسری تصنیفات میں پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا مگر وہ ظاہری طور پر بھی پورا کر دیا جائے مگر مشیت ایزدی کے مطابق صرف چھ لیکچر ہو سکے۔

''فضائل القرآن'' کے لیکچروں کے اس بیش بہا مجموعہ میں جو 444 صفحات پر مشتمل ہے حضور رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے دوسرے مذاہب کی الہامی کتابوں پر فضیلت کے متعدد دلائل دیئے ہیں اور قرآن مجید کے بہت سے مشکل مقامات کو نہایت خوبی اور نفاست سے حل کیا ہے اور مستشرقین کے اعتراضات کا ایسے مؤثر رنگ میں جواب دیا ہے کہ انسان عش عش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس سلسلہ کی چھٹی تقریر حضور رضی اللہ عنہ کے ایک ایسے چیلنج پر ختم ہوئی جس کو قبول کرنے کی جرأت آج تک کسی غیر مسلم مفکر کو نہیں ہوئی۔ چیلنج کے الفاظ یہ ہیں:

> ''قرآن کریم کو وہ عظمت حاصل ہے جو دنیا کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں اور اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو کہ اس کی مذہبی کتاب بھی اس فضیلت کی حامل ہے تو میں چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میرے سامنے آئے۔ اگر کوئی وید کا پیرو ہے تو میرے سامنے آئے۔ اگر کوئی توریت کا پیرو ہے تو وہ میرے سامنے آئے، اگر کوئی انجیل کا پیرو ہے تو وہ میرے سامنے آئے اور قرآن کریم کا کوئی استعارہ میرے سامنے رکھ دے جس کو میں استعارہ سمجھوں پھر میں اس کا حل قرآ ن کریم سے ہی پیش نہ کر دوں تو وہ بے شک مجھے اس دعویٰ میں جھوٹا سمجھے لیکن اگر پیش کر دوں تو اسے ماننا پڑے گا کہ واقعہ میں قرآن کریم کے سوا دنیا کی کوئی اور کتاب اس خصوصیت کی حامل نہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 5۔صفحہ 96-95)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس و تدریس سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور کو ناسازیٔ طبع کے باوجود بہت محنت و مشقت کرنا پڑتی۔ درس القرآن کو علمی اور تحقیقی پہلو سے مکمل کرنے کے لئے حضور گرمی کے تکلیف دہ موسم میں رات کے بارہ بارہ بجے تک کتب کا مطالعہ کر کے نوٹ تیار کرنے میں مصروف رہتے اور پھر دن میں سلسلہ کے اہم اور ضروری معاملات کی سرانجام دہی کے علاوہ روزانہ چار پانچ گھنٹہ تک سینکڑوں کے اجتماع میں بلند آواز سے درس دیتے۔ جس قدر وقت میسر آسکا اسے کلام اللہ پر غور کرنے اور اس کے حقائق و معارف بیان کرنے میں مصروف فرماتے۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 59)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی قرآن مجید سے محبت اور اس کے علم کی غیروں نے بھی داد دی۔ چنانچہ مولانا ظفر علی

خاں ایڈیٹر اخبار ''زمیندار'' لاہور رقمطراز ہیں:۔

''......تم اور تمھارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود احمد کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے۔ تمھارے پاس کیا دھرا ہے؟ تم نے تو کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔''

(ایک خوفناک سازش ازمولانا مظہر علی اظہر صفحہ 196)

4مارچ1927ء کو لاہور میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ یہ جلسہ شاعر مشرق جناب ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی صدارت میں ہوا جس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک تقریر فرمائی۔ اس تقریر کے بعد صدر جلسہ علامہ اقبال نے حاضرین سے اپنے نہایت مختصر خطاب کے دوران فرمایا:

''.......ایسی پر از معلومات تقریر بہت عرصے کے بعد لاہور میں سننے میں آئی ہے۔ خاص کر جو قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت ہی عمدہ ہے۔ میں اپنی تقریر کو زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا تا مجھے اس تقریر سے جو لذت حاصل ہو رہی ہے وہ زائل نہ ہو جائے۔''

(الفضل15مارچ1927ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بابرکت عہد خلافت میں جن تحریکات کا اجرا فرمایا وہ تمام کی تمام غیرمعمولی طور پر کامیابی سے ہمکنار ہوئیں اور جماعت کی ترقی کا باعث بنیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کی جو تحریک فرمائی ہے وہ بھی بہت کامیاب ہو رہی ہے۔ ہزاروں احمدی اپنے خرچ پر وقف عارضی کی تحریک میں حصہ لے کر لوگوں کو قرآن کریم پڑھانے میں مشغول ہیں اور انہیں برائیوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کی تلقین کر رہے ہیں۔اس تحریک کے نتیجہ میں جماعت کی دینی تعلیم کا اور اس کی تربیت کا انتظام ہو رہا ہے اور وہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی ہے۔

(الفضل24مئی2006ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات قرآن کے حوالہ سے عظیم الشان خدمت اور تاریخ احمدیت میں سنہری حروف سے لکھا جانے والا امر آپ کا وہ معرکۃ الآرا ترجمۃ القرآن جو متن کے قریب تر رہ کر ایسا بامحاورہ ترجمہ ہے کہ جو اردو زبان کے محاسن سے بھی مرصع ہے اور قرآن مجید کی غرض و غایت اور اصل مضامین کو بھی اظہر من الشّمس کر رہا ہے۔ اس ترجمہ کو خوب سے خوب تر بنانے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسی والہانہ اور انتھک محنت کی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ انگلستان میں قیام ہو یا بیرونی دورہ جات کا اثنا، مخصوص کیے ہوئے وقت کے علاوہ بھی جب وقت میسر آتا (بلکہ وقت نکالتے) معاون کو بلا کر ترجمہ پر نظر ثانی کا کام شروع فرما دیتے۔ متعدد لغات اور گزشتہ تفاسیر کو بھی پیش نظر رکھا حتیٰ کے متعدد بار مکمل ترجمہ قرآن کی از سرِنو دُہرائی فرمائی اور ہر بار اس محبوب کے حسن کو مزید سنوار کر اور نکھار کر پیش فرمایا جس میں جا بجا اچھوتے ترجمہ کے پھول بہار جاوداں دکھارہے ہیں اور اس پر مستزاد سورتوں کے آغاز میں وہ تعارفی نوٹ ہیں جو عرفان قرآن اور تربیتی اخلاقی مضامین کے ساتھ ساتھ زمانہ حاضر کی جدید سائنسی ترقیات اور آئندہ سے متعلق پیشگوئیوں پر مشتمل معارف کا بھی نہایت احسن احاطہ کر رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی خطبات کے ذریعہ جماعت میں یہ یقین راسخ فرمایا کہ:

''ہماری نسلوں کو اگر سنبھالنا ہے تو قرآن کریم نے سنبھالنا ہے۔ جب تک یہ کتب قریب نہ آئے اس دنیا کے مسائل حل نہیں ہو سکتے اور نہ ہماری تربیت ہوسکتی ہے۔''

چنانچہ قرآن کریم کو ذہنوں اور دلوں کے قریب کرنے اور تربیت کی بنیادی ضرورت پوری کرنے کے لئے اور قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرنے کا طریق سکھانے کیلئے آپ نے ایک ترجمہ القرآن کلاس کا آغاز فرمایا۔ درحقیقت امام وقت ہی ہوتا ہے

جس پر زمانے کی ضروریات کے مطابق کلامِ الٰہی کے معارف کھولے جاتے ہیں اور وہی جماعت کے دلوں کو باہم باندھ کر کلام الٰہی سے محبت پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

اس کلاس کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ کی اتباع میں تعلیم و تفہیم کے ہر انداز کو اپنایا۔ کبھی ایک مشکل بتا کر خود اس کا حل بتاتے اور کبھی حاضرین کو غور کرنے اور جواب دینے کی دعوت دیتے اور جواب درست ہونے پر بے حد حوصلہ افزائی فرماتے، کبھی مختصر اصولی بحث فرماتے، کبھی قدرے تشریح سے وضاحت فرماتے اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ کوئی مسئلہ فوری طور پر حل پذیر نہ ہوتا تو قرآن مجید کے اصل مطلب اور مضمون سے عشق کی بنا پر کمال عجز سے فرماتے کہ اس کی سمجھ نہیں آئی کل غور کر کے اس پر بات کریں گے اور بعض اوقات یوں بھی ہوا کہ حاضرین میں سے کسی کا پیش کردہ حل قبول فرما لیا مگر بعد میں اس پر تدبر فرماتے ہوئے اور بھی بہتر جواب عطا فرما دیا۔

ان کلاسز کا اجرا 15 جولائی 1994ء سے ہوا اور مکمل ترجمۃ القرآن پر مشتمل 305 کلاسز کے ذریعہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اپنے شاگردوں کو فہم قرآن اور عشق قرآن کے اسلوب سمجھائے۔

ان کلاسز کے اتنے لمبے عرصہ پر پھیلے ہوئے اتنے طویل سلسلہ کو جس باقاعدگی لگن اور عزم و استقلال سے جاری رکھا اور تکمیل کو پہنچایا وہ ایک عاشق حقیقی کے سوا کسی اور کا نصیبہ ہو سکتا ہی نہیں۔ ایک مرتبہ تھکا دینے والے لمبے دورہ سے واپس تشریف لائے تو اگلے ہی دن ترجمۃ القرآن کلاس آ گئی تو حسب سابق پورے وقت پر تشریف لائے اور آ کر فرمایا:

''یہ اچھا ہوا کہ سفر سے واپسی پر ترجمہ سے آغاز ہو رہا ہے۔''

(کلاس نمبر 12 الفضل 27 دسمبر 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''آج اللہ تعالیٰ نے قرآن کی عظمت کی خاطر قرآنی دلائل کی تلوار میرے ہاتھ میں تھمائی ہے۔ میں قرآن پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔ جس طرف سے آئیں، جس بھیس میں آئیں ان کے مقدر میں شکست اور نامرادی لکھی جا چکی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دوبارہ قرآن کریم کی عظمت کے گیت گانے کے جو دن آئے ہیں آج یہ ذمہ داری مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں میرے سپرد ہے اس لئے جب تک میں حق ادا نہ کر لوں ان آیات پر ٹھہرا رہوں گا یہاں تک کہ آپ پر اور سب پر، ہر ذی عقل پر ثابت ہو جائے گا کہ یہ جھوٹے عقیدے ہیں۔''

(درس القرآن فرمودہ: 16 رمضان المبارک 27 فروری 1994ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے 21 سالہ دورِ خلافت میں متعدد زبانوں میں تراجم قرآن تیار ہوئے جن کی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے براہِ راست نگرانی فرمائی اور نہایت دیدہ زیب اور اعلیٰ معیار کی طباعت کا بھی اہتمام فرمایا ان تراجم کی کل تعداد 57 ہو چکی ہے۔

اسی طرح دنیا کی 117 زبانوں میں مختلف مضامین پر مشتمل منتخب آیات کے تراجم شائع کئے گئے اور دنیا بھر کو قرآن کریم کی شیریں تعلیم سے روشناس کرایا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے خطبات جمعہ، مختلف مواقع کے خطابات، مجالس عرفان، انفرادی و اجتماعی ملاقاتیں اور انتظامی و تربیتی معاملات میں ہدایات قرآنی رہنمائی کے آئینہ دار تھے مگر وہ درس القرآن جو متعدد سالوں کے رمضان المبارک کے ایام میں ارشاد فرمائے ایک ایسا حسین منظر پیش کر رہے ہیں جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے عشق سے مخمور کبھی معارف کے بحرِ ذخار کی تہہ سے عرفان کے چمکدار اور قیمتی موتی چن کر لا رہے ہیں اور کبھی قرآن کی

تفسیر میں راہ پاجانے والی غلط باتوں کی اصلاح فرما رہے ہیں اور بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ آپ خدا کے پہلوان کی طرح شیر ببر بن کر قرآن مجید پر حملہ آور ہونے والوں کے مقابلہ پر چوکھی لڑائی میں مشغول نظر آتے ہیں۔ بدطینت مستشرقین کی قرآن پاک، رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کے خلاف ہرزہ سرائی کا دندان شکن جواب بھی دے رہے ہیں اور الزام تراشی کرنے والوں اور قرآن کے حسن کو گہنانے کی کوشش کرنے والوں کے مقابل پر فتح و ظفر کے جھنڈے لہرا رہے ہیں۔

اس طرح یہ سلسلہ دروس حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید سے عشق اور اس کی خدمت کا ایک عظیم الشان اور سنہرا باب ہے۔ جدید اکتشافات کے بیان اور علمی تحقیقات سے مزین ان دروس کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہجرت کے معاً بعد آنے والے رمضان المبارک 1984ء میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سے ہوا۔ ابتدائی سالوں میں بعض معین دنوں میں بزبان انگریزی یہ درس ہوتا تھا۔ پھر MTA کے آغاز کے بعد رمضان المبارک فروری 1993ء سے رمضان المبارک 2001ء تک مسلسل یہ درس بزبان اردو براہِ راست نشر ہوتا رہا۔ اردو میں ارشاد فرمائے گئے ان دروس کا آغاز سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 145 سے ہوا اور آخری درس میں سورۃ انفال کی آیت نمبر 2 کی تفسیر بیان فرمائی۔

(الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی 2003ء بحوالہ الفضل 27 دسمبر 2003ء)

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وقت کے امام کو پہچاننے کی توفیق دی اور اس کا سراسر فضل و احسان ہے کہ ہمیں خلافت کے نظام میں شامل کیا، ایک امام عطا کیا جو ہمارے لئے اپنے دل میں درد رکھتا ہے، ہمارے لئے اپنے دل میں پیار رکھتا ہے، اس خوش قسمتی پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے، اس شکر کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ ہم خلیفۂ وقت کی آواز سنیں، اس کی ہدایات کو سنیں اور ان پر عمل کریں کیونکہ اس کی آواز کو سننا باعث ثواب اور اس کی باتوں پر عمل کرنا دین و دنیا کی بھلائی کا موجب ہے۔ اس کی آواز وقت کی آواز ہوتی ہے، خدا تعالیٰ کے یہ برگزیدہ بندے زمانے کی ضرورت کے مطابق بولتے اور خدائی تقدیروں کے اشاروں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ الٰہی تائیدات و نصرت ان کے شامل حال ہوتی ہیں۔ خدائی صفات ان کے اندر جلوہ گر ہوتی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانے کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے......اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔''

(''الفرقان'' مئی، جون 1967ء۔ صفحہ 37)

حضرت مصلح موعو رضی الہ عنہ فرماتے ہیں:

''خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم یا وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفۂ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔''

(خطبہ جمعہ 24 جنوری 1936ء مندرجہ الفضل 31 جنوری 1936ء)

خلافت احمدیہ کے قیام کا پہلا سو سال گواہ ہے کہ خلفائے احمدیت نے ہر موڑ پر خطبات، خطابات اور تقاریر کے ذریعہ سے جماعت کی ایسے رنگ میں رہنمائی فرمائی کہ آج جماعت احمدیہ کا جھنڈا بڑے طمطراق کے ساتھ دنیا کے 181 ممالک میں لہرا رہا ہے۔

خطابات، خطبات اور تقاریر خلفائے احمدیت کا یہ ایک ایسا مستقل اور مسلسل جاری رہنے والا فیضان ہے کہ اس میں سے ہر کوئی حصہ پا رہا ہے۔ خلافت اولیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے خطبا ت و خطابات نے خلافت کی اہمیت و برکت

دلوں میں جا گزیں کی اور جماعت میں انشقاق کا بیج بونے والوں کا قلع قمع کیا۔

چنانچہ ”31 جنوری 1909ء بروز اتوار جماعت کے سرکردہ ممبران کو قادیان میں جمع کر کے مسجد مبارک میں ایک تقریر فرمائی جس میں مسئلہ خلافت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر جماعت کو بتایا کی اصل چیز خلافت ہی ہے جو نظام اسلامی کاایک اہم اور ضروری حصہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے بھی خلافت ہی کا ثبوت ملتا ہے...... آپ رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر اس قدر دردناک اور رقت آمیز تھی کہ اکثر حاضرین بے اختیار ہو کر رونے لگے اور منکرین خلافت نے بھی معافی مانگ کر اپنے آپ کو خلافت کے قدموں میں ڈال دیا۔“

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 314)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ کا دور خلافت بھی اس امر کا بین ثبوت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے خطبات، خطابات اور تقاریر کے ذریعہ سے جماعت کی بنیاد کو مستحکم کیا۔ اسی طرح خلافت ثانیہ میں اٹھنے والے فتنوں کامنہ توڑ جواب دیا۔ 1934ء کا دور ہو یا 1953ء کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے جماعت کی ہر لمحہ ایسی رہنمائی فرمائی کہ جس سے افراد جماعت کے ایمان کو مضبوطی حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ دشمن عناصر اپنے بدارادوں میں ناکام رہے۔

علاوہ ازیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے مختلف اوقات میں حالات کی مناسبت سے خطبات کا سلسلہ جاری کیا جس پیش آنے والے ممکنہ حالات سے جماعت کو آگاہ کیا۔ مثال کے طور پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے 5 جون 1929ء تا 30 ستمبر 1929ء کشمیر میں قیام فرمایا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے دورانِ قیام ریاست کشمیر و جموں کی جماعت احمدیہ اور دوسرے مسلمانوں کو اپنی تقریروں اور خطبوں میں ایمان کے ساتھ عمل صالح اختیار کرنے کی طرف بار بار توجہ دلائی اورمختلف طریقوں اور تدابیروں سے ان کو اخلاقی ،ذہنی اور روحانی تغیر پیدا کرنے کی انقلاب انگیز دعوت دی اور خصوصاً کشمیری احمدیوں کو ان کی تنظیمی اور تبلیغی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ فرمایا۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ کے خطبات و تقاریر کے بعض اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

1۔ یہاں کی جماعت تنظیم کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ اگر وہ منظّم جماعت کی صورت میں ہو اور تبلیغی کوششوں میں لگ جائے تو ریاست میں اچھا اثر پڑے۔ اس علاقہ میں جماعتیں تو موجود ہیں اور اچھی جماعتیں ہیں مگر چونکہ ان کی کوئی تنظیم نہیں اس لئے علاقہ پر اثر نہیں پڑتا..... اگر ایسا ہوجائے تو مسلمان ترقی کر سکتے ہیں۔“

(فرمودہ 27 جون 1929ء بمقام سری نگر تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 140)

2۔ ”صحیح طریق یہ ہے کہ انسان ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ حاصل کرنے کی کوشش کرے اور جس قدر کسی کی طاقت ہو اس قدر کرے اس سے وہ اپنی حالت میں ایک پورا درخت ہو جائے گا جو کم و بیش دوسروں کیلئے فائدہ کا موجب ہوگا اس کے اندر حسن سلوک کی عادت احسان کرنے کا مادہ ہو، لوگوں کی مدد کرنے اور بھلائی کرنے کی عادت ہو الغرض تمام قسم کی نیکیاں کم و بیش اس کے اندر ہوں...... تب ہی اس کے اندر سرسبز درخت والی خوبصورتی پیدا ہوگی۔“

(فرمودہ 21 جون 1929ء بمقام سری نگر خطبات محمود جلد 12 صفحہ 125 و 126)

3۔ ”جو باتیں مسلمانوں نے چھوڑ دی ہیں جب تک وہ دوبارہ ان میں پائی نہ جائیں کبھی اور کسی حال میں ترقی نہیں کر سکتے۔ محنت کی عادت ڈالیں، دوسروں پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیں، خدمت خلق کو اپنا فرض سمجھیں تب وہ ترقی کر سکتے ہیں........ اسلام کیونکہ اچھی چیز تھی اس وقت تک اس ملک میں اسلام کی خوبیوں کا نقش موجود ہے۔ گو مسلمان اپنی غفلت کی وجہ سے مٹا دیئے گئے یہاں کشمیر میں بھی یہی مرض پایا جاتا ہے اسلئے میں نے اپنے خطبے میں اس طرز کے بیان کرنے شروع کئے ہیں کہ مسلمانوں میں عمل نہ کرنے کی وجہ جو پستی ہے

اس میں تبدیلی پیدا ہو کیونکہ مسلمان اپنی مدد آپ نہ کریں گے،محنت نہ کریں گے،دیانتداری سے کام نہ کریں گے،اپنے آپ کو مفید نہ بنائیں گے تب تک ترقی نہ ہو گی........مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد کے طالب ہوں۔دوسروں پر توکل نہ کریں بلکہ خودعمل کریں اور خدا تعالیٰ کے ماننے والوں میں سے ہوں۔‘‘

(فرمودہ5جولائی1930ء بمقام سرینگر ۔ تاریخ احمدیت جلد5صفحہ140)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعتی تعلیم و تربیت اور دعوت الیٰ اللہ کے ضمن میں جو خطبات و تقاریر کیں اور علمی لیکچرز دیئے وہ علم الادیان، علم الابدان اور علم الکلام کا عظیم علمی شاہکار ہیں۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا رمضان المبارک میں درس القرآن، مجالس سوال و جواب اور مجالس علم وعرفان اور دیگر علمی اور ادبی کلاسز حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وسعت علمی اوروسعت نظری کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور جماعت کی تعلیم و تربیت اور دعوت الیٰ اللہ کے لئے انتہائی مفید اورنتیجہ خیز ثابت ہوئیں۔

(الفضل24مئی2006ء)

اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کی آواز میں ایک تاثیر رکھ دیتا ہے جس سے ہر طرح کی عقل وفہم رکھنے والا انسان متاثر ہوتا ہے۔ خلفائے احمدیت کے خطبات و خطابات کو براہ راست سننے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ خلافت کے اس فیضان کو اچھی طرح جذب کرنے والے بن سکیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار فرمایاتھا کہ:

’’میرا دل چاہتا ہے کہ ہر احمدی میری آواز میں میری بات خود سن لے۔ اگر(اردو) نہیں سمجھ سکتا تواس کے ترجمے اس تک پہنچ جائیں اور ان ترجموں کو سن کر وہ فائدہ اٹھائے کیونکہ وہ الفاظ دل کی گہرائی سے نکلتے ہیں۔ خواہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ان میں کیسے ہی نقص کیوں نہ ہوں لیکن بڑا فرق ہے اور سچے دل کے درد سے جو بات اُٹھتی ہے، اس کا اور اثر ہوتا ہے۔‘‘

(روزنامہ الفضل سالانہ نمبر1991ء)

انتظامی فیضان:

جماعت احمدیہ خدا کے فرستادہ کی جماعت ہے۔ اس کے افراد جہاد اکبر یعنی اپنے نفوس کی اصلاح و تزکیہ کے علاوہ جہاد کبیر یعنی اعلاءِ کلمتہ اللہ اور تبلیغ اسلام میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ چنانچہ اس چھوٹی سی جماعت نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود محض خدا کے فضل سے مغربی اور مشرقی ممالک میں تبلیغی مراکز قائم کر لئے ہیں۔ اسی جماعت کے مبلغین و مجاہدین امریکہ کی دور افتادہ سر زمین میں خدائے واحد کے نام کی منادی کر رہے ہیں اور سینکڑوں تثلیث پرستوں کو حلقہ بگوش اسلام کر چکے ہیں۔اسی جماعت کے مبلغین و مجاہدین براعظم افریقہ کے مغربی کناروں اور مشرقی اطراف میں تبلیغ دین کا فرض بجا لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مساعی کو بار آور کیا اور ہزار ہا نفوس شرک کے تاریک گڑھے سے نکل کر توحید کے بلند مینار پر پہنچ گئے۔ یورپین ممالک میں بھی اسی جماعت حقہ کے جانباز فرزند پرچم توحید کو تھامے کھڑے ہیں۔ احمدی خواتین ہی کے زیورات اور چندوں سے انگلستان میں مسجد قائم ہوئی۔ مشرقِ وسطی، چین و جاپان اور جاوا سماٹرا میں اسی جماعت کے سرفروش اسلام کی تبلیغ بجا لاتے ہیں۔ آج بلاد عربیہ اور ماریشس وغیرہ مبلغین احمدیت کے ذریعہ ہی آسمانی آواز کے شنوا ہو رہے ہیں۔غرض اسلام کی اس نشأۃ ثانیہ میں یہ جماعت صحابہ کے نقش قدم پر گامزن ہے اور اسے غیر معمولی کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔

(فرقان جنوری1942ء)

یہ تمام ترکامیابیاں اس اعلیٰ قیادت کے مرہونِ منت ہیں جس کے ایک اشارے پر لاکھوں جانیں قربان ہونے کو تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ خلافت کے فیضان کو تاقیامت ہمارے سروں پر سلامت رکھے تا کہ ان کی رہنمائی میں ہم توحید کے پرچم پر نئے

اُفق پر گاڑتے چلے جائیں گے۔

تبلیغ کے میدان میں ہونے والی ترقیات ایسی غیر معمولی ہیں کہ متعصب مخالف بھی ان کو سراہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ مصر سے شائع ہونے والے ایک متعصب اخبار ''الفتح'' نے احمدیت کی ترقی کا اعتراف کچھ یوں کیا:

ترجمہ:

''میں نے بغور دیکھا تو قادیانیوں کی تحریک حیرت انگیز پائی۔ انہوں نے بذریعہ تقریر و تحریر مختلف زبانوں میں اپنی آواز بلند کی ہے اور مشرق و مغرب کے مختلف ممالک و اقوام میں بصرفِ کثیر اپنے دعویٰ کو تقویت پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی انجمنیں منظّم کر کے زبردست حملہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے اور ایشیا، یورپ ،امریکہ اور افریقہ میں ان کے ایسے تبلیغی مراکز قائم ہو گئے ہیں جو علم و عمل کے لحاظ سے تو عیسائیوں کی انجمنوں کے برابر ہیں لیکن تاثیرات اور کامیابی میں عیسائی پادریوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں۔ قادیانی لوگ بہت بڑھ چڑھ کر کامیاب ہیں کیونکہ ان کے پاس اسلام کی صداقتیں اور پر حکمت باتیں ہیں۔جو شخص بھی ان لوگوں کے حیرت زدہ کارناموں کو دیکھے گا اور واقعات کا پورا اندازہ کرے گا وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان نہیں کر سکے۔

ان لوگوں نے اپنے اس تبلیغی جہاد اور اس میں کامیابی کو اپنے عقائد کی صداقت پر زبردست معجزہ قرار دیا ہے اور ایسا کہنے کا ان کو اس لئے موقع مل گیا کہ باقی نام کے مسلمان پر موت طاری ہو چکی ہے۔ کیا اندریں حالات مسلمانوں پر واجب نہ تھا کہ اہل یورپ و امریکہ کے دماغوں سے ان گندے عقائد کو زائل کریں جو وہ دین اسلام اور نبیؐ اسلام کے متعلق رکھتے ہیں۔

درحقیقت یہ سب مسلمانوں، امرا، اغنیا، عوام اور علما پر فرض ہے لیکن آج ان اوہام کا ازالہ کون کر رہا ہے؟ یقیناً کوئی نہیں سوائے ان قادیانیوں کے۔ صرف وہی ہیں جو اس راہ میں اپنے اموال اور جانیں خرچ کر رہے ہیں اور اگر دوسرے مدعیانِ اصلاح اس جہاد کے لئے بلائیں یہاں تک کہ ان کی آوازیں بیٹھ جائیں اور لکھتے لکھتے ان کے قلم شکستہ ہو جائیں تب بھی تمام عالم اسلام میں سے اس کا دسواں حصہ اکٹھا نہ کر سکیں گے جتنا یہ تھوڑی سی جماعت مال و افراد کے لحاظ سے خرچ کر رہی ہے۔''

(الفتح صفحہ 315 مؤرخہ 20 جمادی الثانی سن 1351 ہجری بحوالہ فرقان جنوری 1942ء صفحہ 3,4)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تبلیغی سرگرمیوں کے لحاظ سے ایک خاص واقعہ یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کا پہلا بیرونی مشن انگلستان (England) میں ابتدائی طور پر قائم ہوا۔ حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے جماعت احمدیہ کے پہلے باقاعدہ مربی تھے جو دعوت الیٰ اللہ کے لئے لندن بھیجے گئے۔

(الفضل 24 مئی 2006ء)

احمدیت دین حق کی اشاعت کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خلعت خلافت زیب تن کرنے کے بعد سب سے پہلے اس کی طرف توجہ دی۔ چنانچہ ایک طرف تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ و تفسیر تیار کرنے کا کام نئے سرے سے شروع کر دیا تا کہ اس کے ذریعے اکناف عالم میں دین حق کی اشاعت ہو سکے اور دوسری طرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مربیان تیار کرنے اور پھر انہیں مختلف ممالک میں بھجوانے کا انتظام کیا جسے بعد میں تحریک جدید کے سپرد کر دیا گیا۔ انگلستان کے بعد سب سے پہلے ماریشس میں احمدیہ مشن قائم

ہوا جہاں پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت صوفی غلام محمد صاحب کو بھیجا پھر امریکہ میں سلسلہ احمدیہ کے پرانے بزرگ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعے دین حق کا پیغام پہنچایا گیا پھر مغربی افریقہ میں سلسلہ کے ایک بزرگ رفیق حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر تشریف لے گئے۔ ان بزرگوں کے ذریعے کثرت کے ساتھ لوگ دین حق میں داخل ہوئے اور خدا تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی کامیابی بخشی۔ براعظم امریکہ، براعظم یورپ، براعظم افریقہ کے بہت سے ممالک کے علاوہ فلسطین، لبنان، شام، عدن، مصر، کویت، بحرین، دوبئی، برما، سیلون، ہانگ کانگ، سنگا پور، جاپان، انڈونیشیا، شمالی بورنیو، فلپائن اور ملائیشیا میں بھی جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے سنہری دور خلافت میں قائم ہو چکی تھی۔ دنیا کے کناروں تک احمدیت کے پیغام کا پہنچنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ہی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

(الفضل16فروری2006ء)

1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ مغربی افریقہ کا دورہ کیا اور اس سفر کے ذریعہ افریقہ میں دعوت دین حق کیلئے نئے دور کا آغاز ہوا جس کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' (Nusrat Jahan Leap Forword Scheme) سکیم جاری فرمائی۔ اس سکیم کے ماتحت اللہ تعالیٰ کے منشا کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے کم از کم ایک لاکھ پونڈ جمع کرنے کی تحریک فرمائی۔ یہ تحریک بھی کامیاب رہی۔اس کے ماتحت احمدی ڈاکٹر اوراستاد افریقہ میں ڈسپنسریاں،ہسپتال اور سکول قائم کر کے اہل افریقہ کی کے لوث خدمت کر رہے ہیں۔ اس طرح افریقہ میں احمدیت کی غیر معمولی پذیرائی ہوئی۔

(الفضل24مئی2006ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور ہجرت میں نئی جماعتوں کے قیام میں غیر معمولی اور حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ ربوہ سے ہجرت کر کے لندن آنے کے بعد پہلے سال یعنی 85-1984ء میں 28 نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور پھر اگلے سال 86-1985ء میں یہ تعداد 254 ہو گئی۔ سال 87-1986ء میں یہ تعداد بڑھ کر 258 ہو گئی۔ اس کے بعد اس میں سال بہ سال مسلسل حیرت انگیز اضافہ ہوتا رہا۔ اس رفتار کا اندازہ آخری تین سالوں کے جائزہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

سال2000-1999ء میں دنیا بھر میں 6175 مقامات پر جبکہ سال01-2000ء میں 12343مقامات پر نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا اور سال 02-2001ء میں دنیا بھر میں 4485 نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

اس طرح ہجرت کے 19 سالوں میں دنیا بھرمیں 35358 مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے عالمی بیعت کا سلسلہ 1993ء میں شروع فرمایا اور 10سالوں میں 16 کروڑ48لاکھ75ہزار605نئے افراد جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے سال وار تفصیل یہ ہے:

2002ء 2,06,54000

2001ء 8,10,06721

2000ء 4,13,08975

1999ء 1,08,20226

1998ء 50,04591

1997ء 30,04585

1996ء 16,02721

1995ء 8,47725

1994ء 4,21753

1993ء 2,04308

میزان 16,48,75,605

(الفضل27دسمبر2003ء)

دور ہجرت کے پہلے سال85-1984ء میں نئی بیوت الذکر (مراکز نماز) جو دنیا بھر میں قائم ہوئیں ان کی تعداد 32 تھی۔ 86-1985ء میں یہ تعداد32سے بڑھ کر206ہوگئی۔ 87-1986ء میں 136 نئی بیوت تعمیر ہوئیں۔ بیوت الذکر کی تعمیر اور بنی بنائی بیوت کے عطا ہونے کی رفتار میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوا جس کا اندازہ مندرجہ ذیل تین سالوں کے جائزہ سے لگایا جا سکتا ہے:

1999ء میں 1524

2000ء میں 1915

2001ء میں 2570

ہجرت کے19سالوں میں مجموعی طور پر کل13065نئی بیوت جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں قائم کرنے کی توفیق ملی۔

(الفضل27دسمبر2003ء)

تبلیغ کے میدان میں مبلغین نے ایسی مثالیں رقم کی ہیں جو دور اوّل کے صحابہؓ کے ساتھ انہیں ملاتی ہیں۔ خلافت کے فیضان کو جو اصل میں نبوت کا ہی فیضان ہے عالم کل میں پھیلانے کے لئے مبلغین کو ہر قسم کی تکالیف جھیلنی پڑیں۔ چنانچہ حضرت مولوی ظہورحسین صاحب رضی اللہ عنہ کو روس میں قید و بند کی صعوبتیں بھی بھگتنی پڑیں۔ وہ اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ کئی دن تک وہ نہ رات کو سو سکے نہ دن کو اور مسلسل فاقے کرنے پڑے۔ ان کے سامنے قید میں سؤر کا گوشت بھی رکھا جاتا جسے وہ کھا نہیں سکتے تھے اور محض پانی میں روٹی بھگو کر کھاتے۔ ان کو قید میں رکھا گیا اور طرح طرح کی اذیتیں قید میں ان کو دی گئیں۔

(آپ بیتی مجاہد بخارا)

جب حضرت مولوی ظہورحسین صاحب رضی اللہ عنہ واپس ہندوستان تشریف لائے تو ایک اخبار نے لکھا کہ انہیں ''بے کسی اور بے بسی کی حالت میں........بخارا کی طرف جانا پڑا وہ بھی دسمبر کے مہینہ میں۔ جبکہ راستہ برف سے سفید ہو رہا تھا۔ راستے میں روسیوں کے ہاتھ پڑ گئے۔ جہاں آپ پر مختلف مظالم توڑے گئے۔قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ بے رحمی سے مارا گیا۔ کئی کئی دن سؤر کا گوشت ان کے سامنے رکھا گیا لیکن وہ سرفروش عقیدت جادہ استقلال پر برابر قائم رہا۔ کوئی شخص جو قید خانے میں انہیں دیکھنے آیا مولوی صاحب انہیں پیغام دینے لگ گئے اس طرح تقریباً چالیس اشخاص احمدی ہو گئے۔''

(الفضل23جنوری1984ء)

دعوت الیٰ اللہ کے میدان میں ایک باپ بیٹا کس طرح سرشام نظر آتے ہیں۔ چنانچہ برطانیہ کے ایک 58سالہ مخلص احمدی جو دل کے مریض ہیں ان کا بائی پاس کا آپریشن ہو چکا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

> ''ایک دن میں نے اپنے جواں سال بیٹے کے مشورہ کے ساتھ یہ پروگرام بنایا کہ ہم دونوں باپ بیٹا سارا دن گھر گھر جا کر یہ پمفلٹ دیں گے۔ چنانچہ مقررہ دن ہم نے مسلسل آٹھ گھنٹے یہ کام کیا اور پسینے سے شرابور ہو گئے اور تھکاوٹ بھی بہت ہوئی۔ تاہم اسی روز رات کو خواب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی جس سے دل و دماغ خوشی و مسرت سے معطر ہو گئے اور نہ صرف یہ کہ ہر قسم کی تھکاوٹ بھول گئی بلکہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ خدا تعالیٰ نے اس طرح اپنی محبت اور رضا کا اظہار فرمایا ہے۔''

(الفضل سالانہ نمبر 28دسمبر2001ء صفحہ35)

تبلیغ کے میدان میں جذبات و احساسات کی قربانی کی جو مثال مولانا رحمت علی صاحب اور ان کی اہلیہ نے رقم کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے مولانا رحمت علی صاحب کو انڈونیشیا بھجوایا گیا مگر جماعت احمدیہ کی غربت کا ان دنوں یہ حال تھا کہ مربی بھجوانے کے لئے تو پیسے جمع کر لئے جاتے مگر واپس بلانے کا خرچ مہیا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ مولانا کو بھی جب بھجوایا گیا تو سال پر سال گزرتے گئے لیکن جماعت کو یہ توفیق نہ مل سکی کہ انہیں اپنے بیوی بچوں سے ملنے کے لئے واپس بلائے۔ ان کے بچے باپ کی محبت سے محروم یتیموں کی طرح پل کر بڑے ہونے لگے۔ ایک دن ان کے سب سے چھوٹے بیٹے نے جو سکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اپنی ماں سے پوچھا کہ اماں سکول میں سب بچے اپنے ابا کی باتیں کرتے ہیں اور جن کے ابا باہر ہیں وہ بھی آخر واپس آہی جاتے ہیں اور اچھی اچھی چیزیں اپنے بچوں کے لئے لاتے ہیں۔ پھر یہ میرے ابا کہاں چلے گئے کہ واپس آنے کا نام ہی نہیں لیتے؟ ماں یہ سن کر آبدیدہ ہوگئی اور جس سمت میں اس نے سمجھا کہ انڈونیشیا واقع ہے اس سمت میں انگلی اٹھا کر یہ کہا کہ بیٹا تمہارے ابا اس طرف خدا کا پیغام پہنچانے گئے ہیں اور اسی وقت واپس آئیں گے جب خدا کو منظور ہوگا۔ اس عورت کے جواب میں درد تو تھا لیکن شکوہ نہیں تھا۔ احساس بے اختیاری تو تھا لیکن احتجاج نہیں تھا کیونکہ وہ خود بھی قربانی کے جذبہ سے سرشار تھیں۔ مولوی صاحب کو انڈونیشیا گئے ہوئے دس سال گزر چکے تھے۔ جب آپ کو پہلی مرتبہ انڈونیشیا سے کچھ عرصہ کے لئے بلوایا گیا لیکن پھر جلد ہی انڈونیشیا بھجوایا گیا۔ انڈونیشیا میں اپنے اہل و عیال سے الگ رہ کر تربیت میں جو وقت انہوں نے صرف کیا اس کا عرصہ 26 سال بنتا ہے۔ بالآخر جماعت نے یہ فیصلہ کیا کہ اب ان کو مستقلاً واپس بلا لیا جائے تب ان کی بیوی جو اب بوڑھی ہو چکی تھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بڑے درد سے یہ عرض کیا کہ دیکھیں جب میں جوان تھی تو اللہ ہی کی خاطر صبر کیا اور اپنے خاوند کی جدائی پر اُف تک نہ کی۔ اپنے بچوں کو کسمپرسی کی حالت میں پالا پوسا اور جوان کیا۔ اب جبکہ میں بوڑھی اور بچے جوان ہو چکے ہیں اب ان کو واپس بلانے سے کیا فائدہ؟ اب تو میری تمنا پوری کر دیجئے کہ میرا خاوند مجھ سے دور خدمت دین کی مہم ہی میں دیارِ غیر میں مر جائے اور میں فخر سے کہہ سکوں کہ میں نے اپنی تمام شادی شدہ زندگی دین کی خاطر قربان کر دی۔

(ماہنامہ خالد ربوہ۔فروری1988ء)

جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کو ایک غیر احمدی دوست جناب علامہ فتح نیاز پوری صاحب نے اس طرح سراہا ہے کہ:۔

''دوسرا معیار جس سے ہم کسی کی صداقت کو جان سکتے ہیں۔نتیجہ عمل ہے۔ سواس بات میں احمدی جماعت کی کامیابی اس درجہ واضح اور روشن ہیں کہ اس سے ان کے مخالفین بھی اندار جرأت نہیں کر سکتے۔ اس وقت دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ان کی تبلیغی جماعتیں اپنے کام میں مصروف نہ ہوں اور انہوں نے خاص عزت و وقار نہ حاصل کر لیا ہو۔''

(فیضان مہدی دوران صفحہ216)

کسی بھی نظام کو بہتر طور پر پروان چڑھانے کے لئے مضبوط منصوبہ بندی کی ضرورت ہوتی ہے۔چنانچہ خلافت کا فیضان ہمیں مستحکم مرکزی اداروں کی صورت میں نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے بابرکت دور خلافت میں جماعت کو بہت سارے پہلوؤں میں ترقی نصیب ہوئی۔ یکم مارچ1909ء میں باقاعدہ طور پر مدرسہ احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ بیت نور تعمیر ہوئی۔تعلیم الاسلام ہائی سکول اور اس کے بورڈنگ کی عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوئیں اسی طرح نور ہسپتال اور بیت اقصیٰ میں توسیع ہوئی۔

(الفضل24 مئی2006ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے1919ء میں صدر انجمن احمدیہ میں نظارتوں کا نظام قائم فرمایا اور پھر تمام جماعتوں میں

باقاعدہ عہدیدار منتخب کرنے اور پھر ان کے کام کی نگرانی کرنے کا انتظام فرمایا جس کی وجہ سے جماعت ہر لحاظ سے منظّم ہو کر کام کرنے لگی۔

جماعت کی تربیت کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے1922ء میں احمدی عورتوں کی تنظیم لجنہ اماء اللہ قائم فرمائی۔ پھر1926ء میں ان کے لئے ایک علیحدہ رسالہ ''مصباح'' کے نام سے جاری فرمایا۔1928ء میں''نصرت گرلز ہائی سکول'' قائم کیا اور 1951ء میں بمقام ربوہ''جامعہ نصرت'' قائم کیا جس میں احمدی بچیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔ ان اداروں میں دینی تعلیم کا انتظام فرمایا۔1938ء میں حضور نے احمدی نوجوانوں کی تنظیم خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی نیز احمدی بچوں کے لئے''اطفال الاحمدیہ'' اور بچیوں کے لئے ''ناصرات الاحمدیہ'' کی تنظیم قائم کی اور چالیس سال سے اوپر کی عمر کے احمدیوں کو منظّم کرنے کے لئے مجلس''انصار اللہ'' قائم کی۔ ان تنظیموں نے جماعت کی تعلیم و تربیت میں بہت اہم حصہ لیا اور رہتی دنیا تک کرتی رہیں گی۔ ان ک وجہ سے جماعت احمدیہ کا کام کرنے کے لئے ہزاروں کارکنوں کی ٹریننگ ہوئی اور انہوں نے اپنے اپنے وقت پر جماعت کی نمایاں خدمت میں حصہ لیا۔

1922ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مجلس مشاورت کا نظام جماعت میں قائم فرمایا۔ سال میں ایک دفعہ خلیفۂ وقت کے حکم سے تمام احمدی جماعتوں کے نمائندے جنہیں وہ جماعتیں خود منتخب کرتی ہیں مرکز میں جمع ہوتے ہیں اور جماعت کے متعلق جو معاملات خلیفۂ وقت کی خدمت اقدس میں مشورہ کے لئے پیش کئے جائیں ان کے متعلق یہ نمائندے اپنی رائے اور مشورے پیش کرتے ہیں۔ خلیفۂ وقت ان مشوروں میں سے جو بھی مناسب سمجھتے ہیں انہیں منظورکر لیتے ہیں اس طرح ساری جماعت کو جماعت کے معاملات کو سمجھنے اورمشورہ دینے کا موقع ملتا ہے۔

بعض اوقات جماعت کے لوگوں میں آپس میں جوشکر رنجیاں پیدا ہو جاتی ہیں ان کا فیصلہ کرنے کیلئے حضور نے1925ء میں محکمہ قضا قائم کیا جو کہ قرآن کریم کے حکموں اور دینی تعلیم کے مطابق تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیتا ہے اوراحمدیوں کو عدالتوں میں اپنے مقدمے لے جانے نہیں پڑتے۔

(الفضل16فروری2006ء)

خلافت ثانیہ کی بابرکت تحریکات میں سے ایک ''تحریک جدید'' ہے جسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے1934ء میں جاری فرمایاتھا۔ اس تحریک میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے27مطالبے جماعت کے سامنے رکھے۔ ان مطالبات میں یہ دو مطالبات بھی شامل تھے۔

☆ دعوت حق کے لئے نوجوان اپنی زندگیاں وقف کریں۔

☆ احمدی مالی قربانی میں حصہ لیں۔جس کے ذریعہ دین حق کی بیرونی ممالک میں اشاعت کی جائے۔یہ تحریک بہت ہی با برکت ثابت ہوئی۔اس کی وجہ سے دنیا کے بہت سارے ممالک میں جماعت کے مشن قائم ہوئے۔ ہزاروں لوگوں نے دین حق قبول کیا۔کئی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع ہوئے۔ جماعت میں قربانی اوراخلاص کی لہر پیدا ہو گئی۔

دوسری تحریک 1957ء میں''وقف جدید'' کے نام سے جاری فرمائی۔ یہ تحریک حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ملک کے دیہاتی علاقوں میں لوگوں تک پیغام حق پہنچانے اور ان کی تعلیم و تربیت کرنے کے لئے جاری فرمائی۔ اس تحریک کے ماتحت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے کم تعلیم یافتہ احمدی نوجوانوں کو تحریک فرمائی کہ وہ دیہات میں رہ کر لوگوں کو دعوت الی اللہ کرنے اور ان کی تعلیم و تربیت کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ چنانچہ بہت سے نوجوانوں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ یہ تحریک خدا کے فضل سے بہت کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔

(الفضل24مئی2006ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ دعوت

الیٰ اللہ کے لئے تمام جدید ذرائع سے بھر پور فائدہ اٹھایا اور جماعت کے ہر فرد کوداعی الیٰ اللہ قرار دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت دورِ خلافت میں بے شمار مشکلوں اور رکاوٹوں کے باوجود خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ عالمگیر 175 ممالک میں مضبوطی سے قائم ہوئی۔

منصب خلافت پر متمکن ہونے کے معاً بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے پیدرو آباد سپین میں700سال بعد تعمیر ہونے والی پہلی بیت الذکر کا مؤرخہ10 ستمبر1982ء کو افتتاح فرمایا جس کا سنگ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے 9اکتوبر1980ء کو رکھا تھا۔

سپین میں خدا کا پہلا گھر''مسجد بشارت''بنانے کی خوشی میں شکرانے کے طور پر غریب اور ضرورت مند لوگوں کے لئے مکان بنانے کی سکیم(بیوت الحمدمنصوبہ) کا بیت الاقصیٰ میں مؤرخہ29اکتوبر1982ء کو اعلان فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت میں87 کشادہ، خوبصورت اور آرام دہ مکان بن چکے تھے۔ 500افراد کو گھر کی حالت بہتر بنانے یا وسعت دینے کے لئے رقم فراہم کی گئی۔ قادیان دارلامان میں بھی37مکان تعمیر کئے گئے جہاں درویشان قادیان کے خاندان یا ان کی بیوائیں رہائش پذیر ہیں۔ 1984ء میں جب پاکستان کے حالات خراب ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو ربوہ سے ہجرت کر کے لندن تشریف لے جانا پڑا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہجرت کے19سالوں میں84نئے ممالک جماعت احمدیہ کو ملے اور دنیا بھر میں35ہزار358نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

خلافت رابعہ کا سب سے بڑا تحفہMTAہے جس کا باقاعدہ آغاز 7جنوری1984ء کو ہوا۔ اس کے بعد یکم اپریل1996ء سے چوبیس گھنٹے کی نشریات کا آغاز ہوا۔ پھر 7جولائی1996ء کوگلوبل بیم کے ذریعہ جماعت کی تعلیم و تربیت نیز دعوت الیٰ اللہ میں آسانی کے سامان پیدا ہو گئے۔ایم ٹی اے خدا کے فضل سے دنیا کا وہ واحد چینل ہے جس پر صرف اور صرف دینی پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ایم ٹی اے کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اسے ساری دنیا میں دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی آئندہ تعلیمی، تربیتی اور دعوت الیٰ اللہ کی ضروریات کے پیش نظر مؤرخہ 3اپریل1987ء کو''وقف نو''جیسی بابرکت تحریک جاری فرمائی جس کے تحت اس وقت تک پچپن ہزار بچے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہوچکے ہیں۔

جنوری1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے''کفالت یک صد یتامیٰ'' کا منصوبہ پیش فرمایا جس کے تحت تقریباًڈیڑھ ہزار یتامیٰ کوفیض پہنچ رہاہے۔

شہدائے احمدیت کے ورثا کی کفالت کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے14اپریل1986ء کے خطبہ جمعہ میں''سیدنا بلال فنڈ'' کا اعلان فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی کی آخری مالی تحریک غریب بچیوں کی شادی کے اخراجات کے لئے21 فروری 2003ء کو ایک فنڈ قائم کر کے کی۔اس تحریک کی برکت سے صرف ایک ہفتہ میں ایک لاکھ پونڈ جمع ہو گیا۔ مؤرخہ 28 فروری 2003ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس فنڈ کا نام''مریم شادی فنڈ''تجویز فرمایا۔

(الفضل 24مئی2006ء)

علامہ نیاز فتح پوری 28 جولائی1960ء کو امرتسر سے قادیان تشریف لائے اور صرف24 گھنٹے قادیان میں قیام کیا۔ بعدہٗ اپنے رسالہ ماہنامہ''نگار''کے ستمبر1960ء کے شمارہ میں اپنے تاثرات یوں تحریر کئے:

> ''زندگی میں سب سے پہلی مرتبہ جماعت احمدیہ کی جیتی جاگتی تنظیم عملی دیکھ کر میں ایک جگہ ٹھٹھک کر رہ گیا ہوں۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی زندگی کے اس نئے تجربہ و احساس کوکن الفاظ میں ظاہر کروں۔
> میں مسلمانوں کی زبوں حالی اورعلمائے اسلام کی بے عملی کی طرف سے اس قدر مایوس ہو چکا ہوں کہ میں اس کا

تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ان میں کبھی آثار حیات بھی پیدا ہو سکتے ہیں لیکن اب احمدی جماعت کی جیتی جاگتی تنظیم کو دیکھ کر کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا

غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل

خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

.........قادیان میں جماعت احمدیہ کے افراد200سے زیادہ نہیں.........یہی وہ مختصر سی جماعت ہے جس نے1947ء کے خونی دور میں اپنے آپ کو ذبح وقتل کے لئے پیش کر دیا اور اپنے ہادی و مرشد کے مسقط الراس کو ایک لمحہ کے لئے چھوڑنا گوارا نہ کی

موجِ خون سر سے گذر ہی کیوں نہ جائے

آستانے یار سے اٹھ جائیں کیا؟

یہی وہ جماعت ہے جس نے محض اخلاق سے ہزاروں دشمنوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور ان سے بھی قادیان کو دار الامان تسلیم کر الیا۔ یہی وہ جماعت ہے جو ہندوستان کے تمام احمدی اداروں کا سر رشتہ تنظیم اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اور یہی وہ دُور افتادہ مقام ہے جہاں سے تمام اکناف ہند میں اسلام و انسانیت کی عظیم خدمت انجام دی جا رہی ہے۔ آپ کو سن کر حیرت ہو گی کہ صرف پچھلے تین سال کے عرصہ میں انہوں نے تعلیم اسلامی، سیرت نبویؐ، ضرورت مذہب، خصوصیات قرآن وغیرہ متعدد مباحث پر 40 کتابیں، ہندی، اردو، انگریزی اور گورمکھی زبان میں شائع کیں اور ان کی 440500 کاپیاں تقریباً مفت تقسیم کیں۔''

(فیضان مہدی دوران صفحہ 229-228)

ذیلی تنظیموں کا قیام:

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی روحانی بصیرت اور خداداد فکر و فراست نے یہ ضروری سمجھا کہ اصل مقصود کو پانے کے لئے پہلے افراد جماعت کو اندرونی طور پر منظّم کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر آپ نے مسند خلافت پر فائز ہوتے ہی افراد جماعت کی تنظیمی لحاظ سے تربیت کرنا شروع کر دی اور سب سے پہلے عورتوں کی تعلیم و تربیت اور تنظیم کی طرف توجہ دی کیونکہ عورتیں کسی بھی قوم کا اہم جزو شمار ہوتی ہیں۔ بلکہ بعض لحاظ سے تو ان کا کام مردوں سے بھی زیادہ ذمہ داری کا رنگ رکھتا ہے کیونکہ قوم کا آئندہ بوجھ اٹھانے والے نونہال انہیں کی گودوں میں پرورش پاتے ہیں۔ پس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کی دور بین نگاہ نے جماعت کی ترقی کے لئے ضروری سمجھا کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دی جائے تا کہ وہ جماعت کے نظام کا ایک کا رآمد حصہ بن سکیں۔ چنانچہ اسی مقصد کے حصول کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی تربیت شروع کر دی۔ ان میں اسلام اور احمدیت کی خاطر قربانی کا جذبہ پیدا کیا اور ان کی تعلیم کی طرف توجہ دی اور مستورات میں یہ احساس پیدا کیا کہ وہ مردوں سے قربانی میں کسی طرح بھی کم نہیں۔

لجنہ اماء اللہ کا قیام:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے 25 دسمبر1922ء کو باقاعدہ طور پر لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ احمدی عورتوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کی قیادت میں ترقی کی جو منازل طے کیں اس کی تفصیل بڑی دلچسپ اور

احباب جماعت کے لئے بہت ہی حوصلہ افزا ہے۔ عورتوں کے خصوصی تعلیمی اداروں کا قیام، جامعہ نصرت کے ذریعہ کالج کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام جس میں دینی تربیت کا پہلو نمایاں تھا۔ پھر لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کے ذریعہ مختلف دست کاریوں کی تربیت عورتوں کی علیحدہ علیحدہ کھیلوں کا انتظام ان میں مباحثوں اور تقاریر کا ذوق و شوق پیدا کرنا،مضمون نگاری کی طرف انہیں توجہ دلانا ،ان کے لئے علیحدہ اخباروں اور رسالوں کا اجرا اور جلسہ سالانہ میں عورتوں کے علیحدہ اجلاسات میں خواتین مقررین کا عورتوں کو خود خطاب کرنا، ہر قسم کی تعلیمی سہولتیں اس رنگ میں مہیا کرنا کہ غریب سے غریب احمدی بچی بھی کم از کم بنیادی تعلیم سے محروم نہ رہے۔

ناصرات الاحمدیہ کا قیام:

1928ء سے لجنہ اماء اللہ کی زیرنگرانی چھوٹی بچیوں کی بھی ایک مجلس قائم کی گئی جس کا نام بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے ''ناصرات الاحمدیہ''رکھا۔اس مجلس میں سات سے پندرہ سال کی عمر تک کی بچیاں بطورممبر شامل ہوتی ہیں جو اپنے عہد یدار خود چنتی ہیں اور لجنہ اماء اللہ کی زیرنگرانی اپنے الگ الگ اجتماعات منعقد کرتی ہیں اور دوسری علمی اوردینی دلچسپیوں میں حصہ لیتی ہیں۔ ابتدائے عمر سے ہی بچیوں میں دینی اورعلمی شوق پیدا کرنے کے لحاظ سے یہ مجلس بہت مفید کام کر رہی ہے۔

شروع سے بچیوں کی تربیت اس انداز میں کی جاتی ہے کہ بڑی ہو کر جب وہ لجنہ اماء اللہ کی ممبر بنیں تو اپنے تجربہ اور تربیت کی بنا پر مجلس کی بہترین کارکن ثابت ہوں۔

لجنہ اماء اللہ جو فیضان خلافت کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے، کی سرگرمیوں کو غیروں نے بھی سراہا ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالحمید صاحب قریشی ایڈیٹر اخبار تنظیم امرت سر نے لکھا:

> ''لجنہ اماء اللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح پر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے۔ اس انجمن نے تمام احمدی خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبارات میں چھپ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پر جوش ہوں گی اور احمدیہ عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا۔''

ایک کٹر آریہ سماج اخبار''تیج''(25جولائی1927ء) نے رسالہ مصباح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

> ''میرے خیال میں یہ اخبار اس قابل ہے کہ ہر ایک آریہ سماجی اس کو دیکھے اس کے مطالعہ سے انہیں احمدی عورتوں کے متعلق جو یہ غلط فہمی ہے کہ وہ پردہ کے اندر بند رہتی ہیں اس لئے کچھ کام نہیں کرتیں فی الفور دور ہو جائے گی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ عورتیں باوجود اسلام کے ظالمانہ حکم کے طفیل پردہ کی قید میں رہنے کے کس قدر کام کر رہی ہیں اور ان میں مذہبی احساس اور تبلیغی جوش کس قدر ہے۔ ہم استری سماج قائم کر کے مطمئن ہو چکے ہیں لیکن ہم کو معلوم ہونا چاہئے کہ احمدی عورتوں کی ہر جگہ باقاعدہ انجمنیں ہیں اور جو وہ کام کر رہی ہیں اس کے آگے ہماری استری سماجوں کا کام بالکل بے حقیقت ہے۔مصباح کو دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ احمدی عورتیں ہندوستان، افریقہ، عرب، مصر، یورپ اور امریکہ میں کس طرح اور کس قدر کام کر رہی ہیں۔ان کا مذہبی احساس اس قدر قابل تعریف ہے کہ ہم کو شرم آنی چاہئے۔ چند سال ہوئے ان کے امیر نے ایک مسجد کے لئے پچاس ہزار روپے کی اپیل کی اور یہ قید لگا دی کہ یہ رقم صرف عورتوں کے چندے سے ہی پوری کی

جائے چنانچہ پندرہ روز کی قلیل مدت میں ان عورتوں نے پچاس ہزار کی بجائے پچپن ہزار روپیہ جمع کر دیا۔‘‘
(تاریخ احمدیت جلد نمبر4صفحہ310)

مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی مشیت خاص کے تحت غلبۂ دین کے لئے جن عظیم الشان تنظیموں کی بنیاد رکھی ان میں سے نہایت اہم اور مستقبل کے اعتبار سے نہایت دور رس نتائج کی حامل تنظیم ’’مجلس خدام الاحمدیہ‘‘ ہے جس کا قیام1938ء کے آغاز میں ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کو اپنے عہد خلافت کی ابتدا سے ہی احمدی نوجوانوں کی تنظیم و تربیت کی طرف ہمیشہ توجہ رہی کیونکہ قیامت تک اعلائے کلمتہ اللہ اور غلبہ دین حق کے لئے ضروری تھا کہ ہرنسل پہلی نسل کی پوری قائمقام ہو اور جانی و مالی قربانی میں پہلوں کے نقش قدم پر چلنے والی ہو اور ہر زمانے میں جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کی تربیت اس طور پر ہوتی رہے کہ وہ دین حق کا جھنڈا بلند رکھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف انجمنیں قائم فرمائیں مگر ان سب تحریکوں کی جملہ خصوصیات مکمل طور پر مجلس خدام الاحمدیہ کی صورت میں جلوہ گر ہوئیں اور حضرت صاحب کی براہِ راست قیادت، غیرمعمولی توجہ اور حیرت انگیز قوت قدسی کی بدولت مجلس خدا م الاحمدیہ میں تربیت پانے کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو ایسے مخلص،ایثار پیشہ درد مند دل رکھنے والے انتظامی قابلیتیں اور صلاحیتیں رکھنے والے مدبر دماغ میسر آگئے جنہوں نے آگے چل کر سلسلہ احمدیہ کی عظیم ذمہ داریوں کا بوجھ نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی سے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور آئندہ بھی ہم خدا سے یہی امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہرنسل میں ایسے لوگ پیدا کرتا چلا جائے گا۔

مجلس انصار اللہ کا قیام:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اورنگرانی میں1922ء سے عورتوں کی تربیت کے لئے لجنہ اماء اللہ اور 1938ء سے نوجوانوں کی تربیت کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ کی تنظیمیں قائم تھیں اور بہت جوش وخروش سے اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہی تھیں اور ان کی وجہ سے جماعت میں خدمت دین کا ایک خاص ماحول پیدا ہو چکا تھا مگر ایک تیسرا طبقہ ابھی باقی تھا جو اپنی پختہ کاری، لمبے تجربہ اور فراست کے اعتبار سے اگرچہ سلسلہ احمدیہ کی بہترین خدمات بجا لا رہا تھا مگر کسی مستقل تنظیم سے وابستہ نہ ہونے کے باعث قوم کی اجتماعی تربیت میں پورا حصہ نہیں لے سکتا تھا حالانکہ اپنی عمر اور تجربہ کے لحاظ سے قومی تربیت کی ذمہ داری براہِ راست اسی پر پڑتی تھی۔ علاوہ ازیں خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں کے اندر خدمت دین کے جوش کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے بھی ضروری تھا کہ جب جوانی کے زمانہ کی دینی ٹریننگ کا دورختم ہو اور وہ عمر کے آخری حصہ میں داخل ہوں تو وہ دوبارہ ایک تنظیم ہی کے تحت اپنی زندگی کے بقیہ ایام گزاریں اور زندگی کے آخری سانس تک دین کی نصرت و تائید کے لئے سرگرم عمل رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کومجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھتے وقت بھی اس اہم ضرورت کا شدید احساس تھا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ چاہتے یہ تھے کہ پہلے خدام الاحمدیہ کی رضاکارانہ تنظیم کم از کم قادیان میں اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے تو بتدریج کوئی نیا عمل قدم اٹھایا جائے۔ چنانچہ دو اڑھائی سال کے بعد جبکہ یہ مجلس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کی تجویز فرمودہ لائنوں پر چل نکلی اورنوجوانوں نے رضا کارانہ طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کے منشاء

مبارک کے مطابق کام کرنے کا پوری طرح اہل ثابت کردکھایا تو 26جولائی1940ء کو حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے مجلس''انصاراللہ'' قائم فرمائی اور اس موقع پر حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے مجلس انصار اللہ کی نسبت بعض ہدایات بھی دیں جن کے بارے میں حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''چالیس سال سے اوپر عمر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصار اللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو چالیس سال سے اوپر ہیں اس میں شریک ہوں ان کے لئے بھی لازمی ہو گا کہ وہ روزانہ آدھ گھنٹہ خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ اگر مناسب سمجھا گیا تو بعض لوگوں سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے کی بجائے ایک مہینہ میں تین دن یا کم و بیش اکٹھے بھی لیے جا سکتے ہیں مگر بہر حال تمام بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کا بغیر کسی استثنا کے قادیان میں منظّم ہو جانا لازمی ہے۔''

مجلس اطفال الاحمدیہ کا قیام:

اطفال الاحمدیہ کی نئی تنظیم کے قائم کرنے کا ارشاد حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے اوّلاً15اپریل1938ء کو بیت الاقصیٰ قادیان میں خطبہ جمعہ کے دوران بایں الفاظ میں فرمایا:

''اصل چیز یہ ہے کہ اچھی عادت بھی ہو اور علم بھی ہو مگر یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب عادت کے زمانہ کی بھی اصلاح کی جائے اور علم کے زمانہ کی بھی اصلاح کی جائے۔ عادت کا زمانہ بچپن کا زمانہ ہوتا ہے اور علم کا زمانہ جوانی کا زمانہ ہوتا ہے۔ پس خدام الاحمدیہ کی ایک شاخ ایسی بھی کھولی جائے جس میں پانچ چھ سال کے بچوں سے لے کر 16-15سال کی عمر تک کے بچے شامل ہو سکیں یا اگر کوئی اور حد بندی تجویز ہو تو اس کے ماتحت بچوں کو شامل کیا جائے۔ بہرحال بچوں کی ایک الگ شاخ ہونی چاہئے اور ان کے الگ نگران مقرر ہونے چاہئیں مگر یہ امر مد نظر رکھنا چاہئے کہ ان بچوں کے نگران نوجوان نہ ہوں بلکہ بڑی عمر کے لوگ ہوں.....نماز کے بغیر دین کوئی چیز نہیں اگر کوئی قوم چاہتی ہے کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں میں اسلامی روح قائم رکھے تو اس کا فرض ہے کہ اپنی قوم کے ہر بچہ کو نماز کی عادت ڈالے۔ اسی طرح سچ کے بغیر اخلاق درست نہیں ہو سکتے جس قوم میں سچ نہیں اس قوم میں اخلاق فاضلہ بھی نہیں اور محنت کی عادت کے بغیر سیاست اور تمدن کوئی چیز نہیں۔ جس قوم میں محنت کی عادت نہیں اس قوم میں سیاست اور تمدن بھی نہیں۔ گویا یہ تین معیار ہیں جن کے بغیر قومی ترقی نہیں ہوتی.......ہر مقام کے احمدی نوجوان جہاں خود خدام الاحمدیہ میں شامل ہوں وہاں سات سے پندرہ سال تک کی عمر کے بچوں کے لئے مجلس اطفال الاحمدیہ قائم کریں۔''